نماز جنازہ کی پانچ

تکبیرات

اللہ اکبر

اشهد ان لا اله الا الله و ان محمداً رسول الله

اللہ اکبر

اللهم صل علی محمد و آل محمد

اللہ اکبر



اللهم اغفر للمئومنین والمئومنات

اللہ اکبر



اللهم اغفر لهذا المیت

اللہ اکبر

ابو مصعب جوادی

نماز جنازہ کی پانچ

تکبیرات

از

ابومصعب جوادی

نام کتاب نماز جنازہ میں پانچ **تکبیرات**

تالیف ابومصعب جوادی

ناشر مؤسسہ امام علیؑ

اسلام آباد

طبع اول

تعداد 1000

ملنے کے پتے

جامعۃ اہل البیتؑ

F-7/4 اسلام آباد

Email:ahlebait@isb.paknet.com.pk

فون:2870300

مدرسہ المہدیؑ

B-17 سیکٹر A\5 -15 بفرزون نارتھ کراچی

فون: 6973178

فہرست مندرجات

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہٖ و علی من تبع ھداہ و ھدیۃ امابعد

دنیائے اسلام میں عرصہ دراز سے یہ سلسلہ چلا آرہا ہے کہ کسی مسلمان کے نماز جنازہ میں مختلف مکاتب فکر کے لوگ شریک ہوتے ہیں اور اپنے اپنے عقائد ونظریہ کے مطابق میت کے لئے کی جانے والی اس اجتماعی دعامیں شریک ہوکر امت اسلامیہ کی وحدت ویگانگت کا ایک نمونہ پیش کرتے ہیں لیکن بدقسمتی سے مادروطن میں اس موجودہ عہد میں بعض عاقبت نااندیش گروہوں نے مذہبی تعصبات کواس درجہ ہوادے دی ہے کہ زندہ انسانوں کا جیتا جاگتا معاشرہ توانتشاراور تقسیم کاشکار رہواہی ہے بلکہ جنازے تک کے مسائل کوبھی متنازعہ بنادیا گیا ہے۔

اگرفقہی اورتاریخی کتابوں کاسرسری مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ پیغمبراسلامؐ واہل بیت اطہارؑ اورتعامل صحابہ کرامؓ سے واضح طور پر ثابت ہے کہ چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ اورنو تک نماز جنازہ کی تکبیریں پڑھی جاتی رہی ہیں حتیٰ کہ پیغمبراکرمؐ نے جنگ احد کے دن اپنے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے جنازے پر ستر (۷۰) تکبیرات پڑھیں۔ بڑے بڑے فقہاء ومحدثین اورارباب سیر نے اپنی تالیفات میں اسے تحریر کیا ہےلہذا نماز جنازہ میں چارتکبیروں کومخصوص اورمعین سمجھنا قطعاً درست نہیں ہے اور ایسا اقدام اٹھانا گویا شرعی وفقہی احکام سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

اب کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ وہ لوگ جواسلامی اصولوں اوراس کے قوانین کے مبادیات سے بھی واقف نہیں پانچ تکبیروں کوناجائزقراردینے کی سعی لاحاصل کررہے ہیں۔

چوں کفرازکعبہ برخیزد کجاماند مسلمانی

حقیقت الامر یہ ہے کہ اس کی ایک بڑی وجہ علماء اسلام کا تساہل ہے کہ انہوں نے طلبہ

علوم اسلامی اور عوام الناس کو اصل حقائق سے آگاہ نہیں کیا اور نہ ہی حدیثوں کے صحیح مطالب اور مفاہیم ذہن نشین کرائے حالانکہ احادیث کی مشہور اور متداول کتابیں مثال کے طور پر کتب صحاح ستہ جو کم وبیش تمام مدارس دینیہ میں درسی کتب کی حیثیت سے نصاب کے طور پر پڑھائی جاتی ہیں ان میں بھی نماز جنازہ میں پانچ تکبیرات کو سنت رسول ثابت کیا گیا ہے جسے آئندہ آپ اسی کتاب کے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

بعض روایات کو بلاوجہ نظر انداز کر کے اور اپنے مطلب کی روایات کو بلاوجہ قبول کر کے بعض علماء نے اپنے پیروکاروں کو خواہ مخواہ تعصب اور ہٹ دھرمی میں مبتلا کر دیا ہے اب اسے حالات کی ستم ظریفی کہیے یا فن دینداری کے ماہروں کی مکاری وعیاری سچ ہے۔ **اذا فاتک الحیاء فاصنع ماشئت** یعنی۔

بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن

بہر کیف اس زیر نظر کتاب میں ہم نہایت معتبر اور مستند اسلامی ماخذوں سے واضح و آشکار کریں گے کہ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں شعائر اسلامی میں شامل ہیں۔ اگر چہ اپنی گونا گوں مصروفیات اور دیگر علمی مشاغل کی بنا پر اس موضوع پر سیر حاصل بحث کرنے سے قاصر رہے تاہم احباب کے حکم کی تکمیل کرتے ہوئے **مالا یدرک کله لا یترک کله** کے پیش نظر صرف بقدر ضرورت وضاحت کر دی گئی ہے۔ جو قارئین کے لئے از حد مفید ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور حق وحقیقت کے متلاشی احباب کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **واللہ الموفق و هو المستعان.**

ناچیز

ابومصعب جوادی

محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

نماز جنازہ میں تکبیرات کی تعداد

نماز جنازہ کی تکبیرات کے باب میں روایات مختلف ہیں، لیکن حدیث کی مشہور کتب اہل سنت یعنی صحاح ستہ میں چار اور پانچ تکبیر کی روایات وارد ہوئی ہیں۔ عام لوگوں نے اپنے بعض علماء کی پیروی میں چار تکبیر کو ہی اپنا معمول قرار دیا اور زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ باور کرلیا ہے کہ نماز جنازہ کی تکبیرات صرف چار ہیں اور پانچ تکبیر سرے سے غلط اور غیر ثابت ہیں، حالانکہ حقیقت اس عوامی مذہب کے بالکل برعکس ہے۔ چنانچہ سنن ترمذی میں مروی ہے۔

''عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ قال کان زید بن ارقمؓ یکبر علی جنائزنا اربعاً و انہ کبر علیٰ جنازۃٍ خمساً فسألناہ عن ذالک فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکبرھا قال ابو عیسی حدیث زید بن ارقم حدیث حسن صحیح و قدذھب بعض اھل العلم الی ھذا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و غیر ھم راؤ التکبیر علی الجنازۃ خمسا و قال احمد و اسحاق اذا کبر الامام علی الجنازہ خمساً فانہ یتبع الامام، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ زید بن ارقمؓ ہمارے جنازوں پر چار تکبیرات پڑھا کرتے تھے، ایک جنازے پر انہوں نے پانچ تکبیریں کہیں، چنانچہ ہم نے اس بارے میں ان سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ زید بن ارقمؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ اور دیگر اہل علم میں سے بعض کا یہی مذہب ہے۔ ان کا مسلک ہے کہ جنازہ کی تکبیریں پانچ ہیں۔ امام احمد اور اسحاق نے کہا کہ جب امام جنازے کی پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی کو امام کا اتباع کرنا چاہئے''۔ (سنن ترمذی جلد اول ص ۱۴۱ طبع دیو بند، التاریخ الکبیر از امام بخاری جلد اول ص ۴۲۴، ۴۲۵ طبع حیدر آباد دکن)

صحیح مسلم (ج ا ص ۳۱۰ طبع نول کشور لکھنو) میں امام مسلم (التوفی ۲۶۱ھ) نے کتاب

الجنائز میں ایک فصل (باب)''فی التکبیر علی المیت اربعا '' قائم کیا ہے جبکہ دوسرا باب (فصل)''فی التکبیر علی الجنازۃ خمساً'' کے عنوان سے ہے۔اس دوسرے باب میں حضرت زید بن ارقمؓ کی پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھانے والی روایت ہے۔جس کے الفاظ بھی تقریباً وہی ہیں جو سنن ترمذی کے ہیں۔اتنا فرق ہے کہ عبدالرحمٰن بنی ابی لیلیٰؒ راوی کہتے ہیں کہ (فسألتہ) میں نے ان سے اس بارے میں سوال کیا۔جبکہ سنن ترمذی میں ہے کہ ہم نے ان سے سوال کیا۔

سنن ابی داؤد مع بذل المجھود (ج ۴ ص ۲۰۶ طبع سہارنپور) میں کتاب الجنائز کے باب ''التکبیر علی الجنازۃ''میں پہلی روایت شعبی سے ہے۔اس میں چار تکبیرات کا ذکر ہے۔لیکن شعبی سے راوی ابواسحاق پوچھتا ہے کہ تم نے کس صحابی سے سنا؟ اس (شعبی) نے کہا۔الثقۃ من شھدہ ابن عباس ،قابل اعتماد شخص نے ابن عباسؓ کے حوالے سے مجھے یہ بتایا ہے۔یعنی شعبی اور ابن عباسؓ کے درمیان کا راوی غیر مذکور یعنی مجھول ہے۔

دوسری روایت ابوداؤد نے محمد بن مثنیٰ راوی سے ابن ارقمؓ کی پانچ تکبیرات پر مشتمل درج کی ہے۔اس حدیث کے آخر میں ابوداؤد کہتے ہیں۔قال ابو داؤد و انا لحدیث ابن المثنی اتقن ۔ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں ابن مثنٰے کی حدیث پر زیادہ اعتماد کرتا ہوں اور اسے مضبوط سمجھتا ہوں۔

امام ابوداؤد (متوفی ۲۷۵ھ) کے مطابق چار تکبیرات والی روایت قابل اعتماد نہیں اس لئے کہ اس کا ایک راوی مجھول ہے، شعبی نے عمداً راوی کا نام نہیں لیا یقیناً کسی خاص وجہ سے مخفی رکھنے کی کوشش کی ہے۔اس لئے روایت مشکوک ہوگئی اور امام ابوداؤد نے محمد بن مثنیٰ کی روایت کو ترجیح دی۔

سنن ابن ماجہ (ص ۱۰۹ مطبع فاروقی دہلی) میں باب ''ماجاء فی التکبیر علی الجنازہ اربعاً'' کے ضمن میں ایک حدیث جناب عثمان بن عفانؓ سے روایت کی ہے۔دوسری عبداللہ بن ابی اوفیٰ اسلمیؓ سے روایت مروی ہے، جس میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کی

نماز جنازہ پڑھی جب چار تکبیر کے بعد کچھ توقف کیا تو لوگ صفوں میں سے تسبیح کہنے لگے۔ تب اس نے سلام کہہ دیا پھر لوگوں سے کہا تمہارا خیال تھا کہ میں پانچویں تکبیر کہنے والا ہوں؟ لوگوں نے کہا۔ اندیشہ تو یہی تھا۔ اس نے کہا۔ میں یہ نہیں کرنے والا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار تکبیر کہتے پھر کچھ دیر ٹھہر جاتے جو اللہ چاہتا فرماتے پھر سلام کہہ دیتے۔

تیسری روایت ابن عباسؓ سے ہے۔ اس کے بعد باب ''ما جاء فیمن کبر خمساً''۔ اس باب میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی زید بن ارقمؓ سے مروی حدیث ہے جس میں ذکر ہے کہ انہوں نے ایک جنازے پر پانچ تکبیریں کہیں، ابن ابی لیلیٰ کے سوال پر جواب دیا۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یکبرھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ تکبیرات کہا کرتے تھے۔ (کذا فی سنن نسائی ج ا ص ۲۲۱ طبع مجتبائی دہلی)

ارباب علم پر یہ مخفی نہیں ہے کہ فعل ناقص ''کَانَ'' یا اس کی کوئی صورت (صیغہ) جب مضارع کے ساتھ استعمال ہو تو یہ مضارع کو ماضی استمراری کے معنی میں کر دیتا ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کبھار پانچ تکبیر نہیں کہیں بلکہ اپنی حیات مبارکہ میں اکثر و بیشتر نماز جنازہ میں پانچ تکبیر ہی کہتے تھے۔ اسی لئے حضرت زید بن ارقمؓ جیسے جلیل القدر صحابی غالباً اپنی زندگی کے آخری حصے میں عراق کے شہر کوفہ میں نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے عوام کو بتانا چاہتے تھے کہ جس مذہب پر تم نے اتفاق کر لیا ہے اور اسے ہی صحیح سمجھ لیا ہے۔ وہ اتفاق درست نہیں ہے، بلکہ چار اور پانچ تکبیریں دونوں پڑھی جاتی رہی ہیں، لیکن اس کا راز کیا ہے؟ چار کیوں اور پانچ کس لئے؟ اس کا عقدہ وہی کھول سکتے ہیں جو علوم نبوت کے وارث اور مدینۃ العلم کے باب ہوں۔ سرکاری اجماع سے شریعت کے حقائق کا علم حاصل نہیں ہو سکتا۔

ایک تاویل علیل کا رد بلیغ:۔

علامہ شبیر احمد عثمانی (متوفی ۱۳۶۹ھ) صحیح مسلم کی شرح میں زید بن ارقمؓ کی حدیث کے ذیل میں اپنے مسلک کی تائید اور تقویت کی خاطر حضرت زید بن ارقمؓ کے بارے میں لکھتے

ہیں۔ و یحتمل انه سها تکبر خمساً ثم استدل علیٰ صحة صلواته بانه صلی الله علیه وسلم کبر خمساً اذلیس فی الحدیث تصریح بان ابن ارقم لیس قائلاً بالنسخ و قال ابن الملک و به قال حذیفة ۔احتمال ہے کہ زیدؓ بھول گئے ہوں اور بھول کر پانچ تکبیریں کہہ دیں۔ پھر (لوگوں کے پوچھنے پر) اپنی نماز کی درستی پر یہ استدلال کرلیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی پانچ تکبیریں کہی تھیں۔اس لئے کہ حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ ابن ارقمؓ اس حدیث کے منسوخ ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ابن الملک نے کہا ہے کہ حضرت حذیفہؓ بھی اسی (پانچ تکبیر) کے قائل ہیں''۔

(فتح الملھم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۹۹، ۵۰۰)

مولانا شبیر احمد عثمانی کے ایک بزرگ پیشوا مولانا خلیل احمد سہارنپوری (متوفی ۱۳۴۶ھ) نے بھی حضرت زید بن ارقمؓ کو اس سلسلے میں سہو کا مرتکب قرار دیا ہے۔ان کے الفاظ یہ ہیں۔ ولعله زاد الخامس سهواً ''شاید زیدؓ نے پانچویں تکبیر بھول کر زیادہ کردی''۔

(بذل المجھود شرح سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۲۰۶ طبع سہارنپور)

ایسے علماء کے بارے میں ڈاکٹر اقبالؒ نے خوب کہا کہ

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

مولانا شبیر احمد عثمانی اور ان کے بزرگ مولانا خلیل احمد اپنے مسلک کی بے جا حمایت میں اس قدر آگے چلے گئے کہ صحابی کی صحابیت اور شرف کا بھی خیال نہیں رہا۔خواہ مخواہ بے تکی ہانک دی کہ زید بن ارقمؓ نے بھول کر پانچ تکبیریں کہہ دیں۔ پھر لوگوں کے سوال پر اپنا بھرم رکھنے کے لئے اس عمل کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کردیا۔حالانکہ وہ اس کا منسوخ ہونا جانتے اور مانتے تھے۔اگر حضرت زید بن ارقمؓ جیسا جلیل القدر صحابی ''علماء حق'' کے نزدیک نبی اکرمؐ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھ سکتا ہے تو اموی اور ان کے پشت پناہ ڈکٹیٹروں کے بنائے ہوئے مذہب کا کیا حال ہوگا؟ مولانا شبیر احمد اور مولانا خلیل احمد دونوں کو

محدث وشارح حدیث بننے کا شوق تو دامن گیر ہوا کہ چند ایک شروح حدیث کی سابقہ کتابوں سے نقل اور خوشہ چینی کر کے شارح بن بیٹھے۔ لیکن جب امام ابوداؤد کے الفاظ (و انا لحدیث ابن المثنی اتقن) پر بذل المجھود کے مولف نے کوئی جدو جہد نہیں کی اور خاموشی سے آنکھیں چرا کر آگے بڑھ گئے۔ اس مذہب کے علمبردار اس کا ارتکاب مسلسل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن اپنے آپ کو "علماء حق" کہتے تھکتے نہیں۔ بقول شخصے ع

جس کی بہار یہ ہو سو اس کی خزاں نہ پوچھ

اگر یہ "علمائے حق" دیگر کتب حدیث کا تفصیلی نہ سہی اجمالی مطالعہ ہی کر لیتے تو ایک معزز صحابی رسول حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ پر اتہام لگانے میں کچھ تامل وتوقف کرتے۔ ان کے دعوؤں کی قلعی خود حضرت زید بن ارقمؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ کی زبانی کھل جائے گی۔ چنانچہ محدث دارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ) جناب زید بن ارقمؓ سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ راوی کہتا ہے۔ "صلی زید بن ارقم علیٰ جنازة فکبر خمسا فلما سلم قلنا له. و همت ام عمداً؟ قال. بل عمداً، ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلیها ، زید بن ارقمؓ نے ایک جنازے کی نماز پڑھائی تو پانچ تکبیریں کہیں، جب انہوں نے سلام دیا تو ہم نے اسے کہا۔ آپ کو وہم ہو گیا تھا یا جان بوجھ کر پانچ تکبیریں پڑھی ہیں؟ انہوں نے کہا بلکہ جان بوجھ کر میں نے ایسا کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے"۔ (سنن الدارقطنی مع التعلیق المغنی جلد۲ ص ۷۵ طبع لاہور)

اسی بابت محدث دارقطنی نے زید بن ارقمؓ سے ایک اور روایت نقل کی ہے، جس کے الفاظ مزید وضاحت کئے دیتے ہیں، راوی کہتا ہے۔ صلیت خلف زید بن ارقم علی جنازة فکبر علیها خمسا و قال. صلیت خلف رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم علی جنازة فکبر خمساً، فانی لا ادعها لا حد بعده ۔ میں نے زید بن ارقمؓ کے پیچھے جنازے کی نماز پڑھی تو انہوں نے پانچ تکبیریں کہیں اور کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ایک جنازے کی نماز پڑھی تو آپؐ نے پانچ تکبیریں کہیں۔ چنانچہ میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی شخص کے کہنے پر اسے نہیں چھوڑوں گا'' (سنن دار قطنی جلد۲ ص ۷۳) طحاوی شریف کی روایت کے مطابق حضرت زید بن ارقمؓ نے کہا۔ ''فلا اترکہ ابداً، میں اسے (پانچ تکبیر کو) کبھی نہیں چھوڑوں گا'' (شرح معانی الآثار جلد ۱، ص ۲۸۵ طبع دیوبند)

ان علماء اوران کے پیروکاروں کو بہ انصاف غور کرنا چاہئے کہ حضرت زید بن ارقمؓ کو سہو ہوا نہ نسیان، بلکہ انہوں نے عمداً پانچ تکبیریں پڑھیں اور وضاحت کردی کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی سنت یہی ہے۔ نہ پانچ تکبیریں منسوخ ہوئیں بلکہ اسی طرح مشروع ہیں جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں تھیں۔ اسی طرح یہ اظہار بھی کردیا کہ اس سلسلے میں ہونے والے سرکاری اجماع کو حضرت زید بن ارقمؓ نے تسلیم نہیں کیا۔ اور ''لا ادعہا لا حد بعدہ'' کے الفاظ سے اعلان کیا کہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کے بعد کسی دوسرے آدمی کے ایسے فیصلے پر عمل نہیں کروں گا جو سرکار مدینہ کے فیصلہ کے خلاف ہو۔

مولانا شبیر احمد عثمانی نے ابن الملک کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ بھی پانچ تکبیر کے نسخ کے قائل نہ تھے، اس سلسلے میں روایت درج ذیل ہے۔ ''عن حذیفة انه صلی علی جنازة فکبر خمساً ثم التفت فقال ما نسیت ولا و همت ولکن کبرت کما کبر النبی صلی اللہ علیه و آله وسلم صلی علی جنازة فکبر خمساً ، رواہ احمد، حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک جنازے کی نماز پڑھائی چنانچہ پانچ تکبیریں کہیں، پھر انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور کہا۔ نہ تو مجھے نسیان ہوا ہے نہ وہم ہوا ہے۔ لیکن میں نے اس طرح تکبیر کہی ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہی تھیں۔ آپؐ نے ایک جنازے کی نماز پڑھائی تو پانچ تکبیریں کہیں''۔

(منتقی الاخبار مع شرح لابن تیمیہ ج ۴ ص ۶۴، التلخیص الحبیر لابن حجر عسقلانی ج ۱ ص ۱۶۰ طبع دہلی، مسند امام احمد ج ۵ ص ۴۰۶ طبع مصر، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۷۳ طبع لاہور، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۸۵ طبع دیوبند)

محدث ابن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ) نے جہاں چار تکبیرات نماز جنازہ اکٹھی کی ہیں، وہیں پر ایک باب "من کان یکبر علی الجنازۃ خمساً" کے عنوان سے قائم کیا ہے۔ اس باب میں حضرت زید بن ارقمؓ کی مذکورہ روایت کے علاوہ عبداللہ بن مسعودؓ، معاذ بن جبلؓ، حذیفہ بن یمانؓ اور حضرت علی علیہ السلامؑ سے روایات درج کی ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے بنو اسد کے ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھائی تو پانچ تکبیریں کہیں۔

علقمہ بن قیسؒ سے مروی ہے کہ وہ شام سے واپس لوٹے تو ابن مسعودؓ کو بتایا کہ میں نے معاذ بن جبلؓ اور ان کے اصحاب کو شام میں دیکھا ہے کہ وہ جنازوں پر پانچ تکبیر کہتے ہیں۔ آپ لوگ ہمارے لئے تکبیروں کی کوئی تعداد مقرر کر دیں تا کہ ہم اس باب میں آپ کی پیروی کریں تو عبداللہ بن مسعودؓ تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچتے رہے، پھر کہا، تمہارا امام جتنی تکبیریں کہے تم بھی اتنی ہی کہو، اس میں کوئی معین تعداد نہیں ہے۔

ایک روایت حضرت علی علیہ السلام سے ہے۔ ان علیاً کبر علی جنازۃٍ خمساً، حضرت علی علیہ السلام نے ایک جنازے پر پانچ تکبیریں کہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت علی اہل بدر پر چھ عام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پانچ تکبیریں اور عوام الناس پر چار تکبیریں کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۲ طبع کراچی، معرفۃ السنن والآثار از امام بیہقی ج ۵ ص ۲۹۶، ۲۹۷ طبع دمشق، شرح معانی الآثار طحاوی ج ۱ ص ۲۸۷)

لمحہ فکریہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ اصحاب رسول بشمول حضرت علی علیہ السلام چار تکبیر نماز جنازہ کے اجماع کو تسلیم نہیں کرتے تھے، نہ یہ سرکاری اجماع ان کے نزدیک کوئی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سوال کا جواب دینے سے پہلو تہی کر رہے تھے اسی لئے پہلے تو سر جھکا کر سوچنے لگے، جانتے تھے کہ سرکاری حکم کے خلاف بات کی تو بہت سے خطرات و خدشات لاحق ہوں گے۔ لہذا سوچ بچار کے بعد گول مول جواب دیا کہ کوئی معین تعداد نہیں۔ (جیسا دیس ویسا بھیس)

پانچ تکبیر پر اہل بیتؑ کا اجماع ہے

اہل بیت رسولؐ اور ان کے متعلقین صحابہ کرامؓ کا سرکاری اجماع کے برعکس پانچ تکبیر نماز جنازہ پر اتفاق تھا۔ جیسا کہ علامہ قاضی شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ) حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ **استدل بہ من قال ان تکبیر الجنازۃ خمس، و قد حکاہ فی البحر عن العترۃ جمیعاً و ابی ذر و زید بن ارقم و حذیفۃ و ابن عباس و محمد بن الحنفیۃ و ابن ابی لیلی و حکاہ فی المبسوط عن ابی یوسف** ''جو لوگ پانچ تکبیر نماز جنازہ کے قائل ہیں انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے۔ بحر میں تمام عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یعنی ائمہ اہل بیتؑ)، حضرت ابو ذر غفاریؓ، حضرت زید بن ارقمؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت محمد بن حنفیہؒ اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیؒ سے پانچ تکبیر نماز جنازہ ہی منقول ہے۔ یہی بات مبسوط (سرخسی) میں امام ابو یوسف سے مروی ہے''۔ نیل الاوطار ج ۴ ص ۶۳ مطبوعہ مصر)

اس کے فوراً بعد شوکانی ایک شبہ میں مبتلا ہو کر اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں'' **و فی دعوی اجماع العترۃ نظر لان صاحب الکافی حکی عن زید بن علی القول بالاربع،** ''عترت کے (پانچ تکبیرات پر) اجماع کے دعویٰ میں نظر ہے۔ اس لئے کہ کافی کے مولف نے زید بن علی سے چار تکبیر کا قول نقل کیا ہے''۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قاضی شوکانی کا یہ شبہ غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ وہ اس طرح کہ عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جو کتاب اللہ کے ساتھ مقرون ہے) سے مراد بارہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں جبکہ حضرت زید بن علیؒ معصوم، مفترض الطاعۃ امام نہیں ہے، اس لئے اگر چار تکبیر کی تائید میں ان کا قول صحیح ثابت ہو بھی جائے تب بھی اجماع عترتؑ کے منافی نہیں ہے۔

حنبلی فقہا نے امام احمد بن حنبل کی تقلید اور شرعی دلائل کی روشنی میں نماز جنازہ میں پانچ تکبیرات کو جائز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ابو محمد ابن قدامہ المقدسی (متوفی ۶۲۰ھ) اپنی معروف کتاب

میں لکھتے ہیں۔ و ان کبر الامام خمساً کبر بتکبیرہ ''اگر امام پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی کو چاہئے کہ وہ بھی امام کے ساتھ پانچویں تکبیر کہے'' (المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۵۱۴ طبع الریاض)

اس مسئلہ کی تائید میں ابن قدامہ نے زید بن ارقمؓ، حذیفہ بن یمانؓ، حضرت علی علیہ السلام معاذ بن جبلؓ اور عمر بن خطابؓ کی روایات کو پیش کیا ہے کہ یہ حضرات سنت رسولؐ کی متابعت میں پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عمر نے اگر چہ لوگوں کو چار تکبیر پر جمع کیا لیکن اس بارے میں ان کا اپنا اعتراف ہے۔ **عن عمر بن الخطاب قال کل ذالک قد کان اربعاً و خمساً**، چار اور پانچ تکبیر نماز جنازہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور ان کے بعد بھی) ہوا کرتی تھیں'' (المغنی ج ۲ ص ۵۱۴، السنن الکبریٰ بیہقی ج ۴ ص ۳۷، شرح معانی الآثار طحاوی ج ۱ ص ۲۸۶)

مزید برآں علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی (متوفی ۸۵۵ھ) شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔

و ذھب قوم الی ان التکبیر علی الجنائز خمس منھم عبدالرحمن بن ابی لیلی و عیسی مولیٰ حذیفة و اصحاب معاذ بن جبل و ابو یوسف من اصحاب ابی حنیفة و ھو مذھب الشیعة و الظاھریة و قال الحازمی و ممن رای التکبیر علی الجنائز خمساً ابن مسعود و زید بن ارقم و حذیفة بن الیمان'' بہت سے لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ جنازہ کی نماز میں تکبیریں پانچ ہیں۔ ان میں سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عیسیٰ مولیٰ حذیفہؓ، معاذ بن جبلؓ کے اصحاب اور ابو حنیفہ کے ساتھیوں میں سے ابو یوسفؒ شیعہ اور ظاہریہ کا یہی مذہب ہے''۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۱۱۶ طبع استنبول)

فقہ حنفی کی متداول اور مشہور کتاب الھدایہ اور اس کی شرح فتح القدیر میں اس مسئلہ پر اجمالی بحث کی گئی ہے۔ الھدایہ بھی اس سے قبل ایک کتاب ''بدایۃ المبتدی'' کی شرح ہے۔ چنانچہ اس معروف کتاب میں کہا گیا ہے ''(**ولو کبر الامام خمسا لم یتابعه المؤتم) خلافاً لزفر لانه منسوخ لمارو ینا** ''اگر امام پانچویں تکبیر کہے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے، لیکن امام زفر اس کے خلاف کہتے ہیں (کہ مقتدی امام کی پیروی میں پانچویں تکبیر

کہے) اس لئے کہ ہمارے نزدیک پانچویں تکبیر ہماری مروایات کے مطابق منسوخ ہے'' (شرح فتح القدیر لابن الھمام متوفی ۶۸۱ھ ج ۲ ص ۱۲۴ طبع مصر)

احناف کے نزدیک زفر کا قول معروف ہے کہ وہ پانچ تکبیر کو ناجائز نہیں بلکہ جائز تصور کرتے تھے۔ شمس الائمہ سرخسی نے بھی زفر کا یہ قول نقل کیا ہے۔ ''**فان کبر الامام خمساً لم یتابعه المقتدی فی الخامسة الاعلیٰ قول زفر رحمه الله تعالیٰ فانه یقول هذا مجتهد فیه فیتابعه المقتدی کما فی تکبیرات العید**'' اگر امام پانچویں تکبیر کہے تو مقتدی اس کی اتباع نہ کرے، مگر زفر رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول یہ ہے کہ (چار یا پانچ تکبیر کا) مسئلہ اجتہادی ہے۔ لہذا مقتدی پانچویں تکبیر (کہنے والے امام کی پیروی میں) کہے'' (مبسوط سرخسی ج ۲ ص ۶۴ طبع مصر انوار المحمود شرح سنن ابی داؤد از محمود الحسن دیوبندی ج ۲ ص ۲۵۶ طبع دہلی)

امام ابن قدامہ المقدسی نے سنن سعید بن منصور کے حوالے سے لکھا ہے۔ **وروی باسناده ان علیاً صلی علیٰ سهل بن حنیف فکبر علیه خمساً**، '' اپنی سند سے (سعید بن منصور نے) روایت کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے سہل بن حنیفؒ کی نماز جنازہ پڑھی تو اس پر پانچ تکبیریں کہیں''۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۵۱۴)

محدث حافظ ابوبکر عبدالرزاق صنعانی (المتوفی ۲۱۱ھ) نے بھی ابراہیم نخعیؒ سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے کہ **عبدالرزاق عن معمر عن حماد عن ابراهیم ان علیاً کبر علیٰ جنازةِ خمساً**، ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک جنازے پر پانچ تکبیریں کہیں''۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۸۱ طبع مجلس علمی کراچی)

حضرت علیؑ اور حضرت عباسؓ نے نبی کریمؐ پر پانچ تکبیریں پڑھیں

یہ امر تو تمام کتب سیر و تواریخ میں بلا اختلاف مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین کا مرحلہ مکمل ہو چکا تو سب سے پہلے آپؐ کے اہل بیتؑ نے نماز جنازہ پڑھی۔ علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں اس امر کی صراحت ان الفاظ میں کی ہے کہ '' جب

صحابہؓ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ کو غسل کون دے؟ دفن کون کرے؟ سب سے پہلے کون نماز جنازہ پڑھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میرے اہل یعنی خاندان والوں میں سے جو شخص سب سے زیادہ میرا اقربی ہے وہی یہ امور سب سے پہلے انجام دے گا" (تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۶۲ طبع بیروت نیز تاریخ طبری اور کامل ابن اثیر بھی دیکھی جاسکتی ہیں) جیسا کہ شیخ عبدالحق دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) نے "وصل درنماز گذاردن برآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان کے ذیل میں تصریح کے ساتھ لکھا ہے کہ درروایتی آمدہ اول کسیکہ نماز گذارد بروی اہل بیت وی بود علیؓ وعباسؓ وبنو ہاشم..... "ایک روایت میں آیا ہے کہ سب سے پہلے جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز پڑھی وہ آپ کے اہل بیتؑ تھے۔ یعنی علیؑ، عباسؓ، اور بنو ہاشم...." (مدارج النبوت ج ۲ ص ۵۶۶ طبع نولکشور)

اس کے علاوہ یہ بھی آپ کی وصیت کے مطابق تھا، کہ جسے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے الفاظ ہی میں پیش کیا جاتا ہے کہ... وباید کہ ابتداء نماز برمن اہل بیت من کنند.... چاہئے کہ مجھ پر نماز جنازہ کی ابتداء میرے اہل بیتؑ کریں.... "اسی طرح صحابہ کرامؓ کو یہ معلوم نہ تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا پڑھیں۔ چنانچہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں..... **هنگامیکه گذاردند اهل بیت درنیا فتند مردم که خواند ندوچه دعا کردند پس پرسیدنداز ابن مسعود رضی الله عنه پس امر کرد ایشانرا ابن مسعود که به پرسید علیؑ را پس فرمود علیؑ مرایشا نرا بگویند ان الله و ملائکته یصلون ..... الخ** ۔ جب اہل بیتؑ نماز پڑھ چکے تو لوگوں کو معلوم نہ ہوا کہ انہوں نے کیا پڑھا اور کیا دعا کی ہے۔ پس انہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا (کہ ہم کیا پڑھیں؟) تو ابن مسعودؓ نے انہیں حکم دیا کہ علیؑ سے پوچھو۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے انہیں بتایا کہ **ان الله و ملائکته .....** پڑھیں" (مدارج النبوت ج ۲ ص ۵۶۷)

غور طلب نکتہ یہ ہے کہ جس پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے غسل، کفن، نماز جنازہ اور تدفین تک کے معاملات واضح لفظوں میں وصیت کی اور اعلان کر دیا کہ ان سب امور

کے متولی میرے اہل بیتؑ ہوں گے، جن کے سربراہ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ سب سے پہلے نماز جنازہ بھی یہی پڑھیں گے۔ تو کیا وہی پیغمبرؐ اپنی جانشینی جیسے اہم معاملے میں امت کو اس کی مرضی پر چھوڑ سکتا ہے؟ دوسرا غور طلب نکتہ یہ ہے کہ تمام صحابہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنازہ کی نماز پڑھنے کے طریقے سے بھی ناآشنا تھے۔ لیکن حضرت علیؑ سے اس سلسلے میں سوال کرنے سے بھی پہلوتہی کررہے تھے، حضرت علیؑ سے سوال کرنا انہیں ناگوار تھا تب ہی تو پہلے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے سوال کیا۔ لیکن ابن مسعودؓ نے انہیں صاف صاف بتادیا کہ اس سلسلے میں ہم سب حضرت علیؑ کی رہنمائی کے محتاج ہیں۔ آخر چارو ناچار انہیں حضرت علیؑ سے پوچھنا پڑا۔ اب ہم ارباب بصیرت سے استفسار کرتے ہیں کہ کیا ایسے لوگ پوری امت کی دائمی و ہمہ گیر رہنمائی کے لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی جانشین ہو سکتے ہیں؟ جس طرح انہوں نے پیغمبر اسلامؐ کی جانشینی کے بارے میں اجتہاد کرلیا اسی طرح آپؐ کی نماز جنازہ کے لئے بھی اجتہاد کرلیتے، حضرت علیؑ مرتضٰی سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟

جب جناب عباسؓ اور حضرت علی المرتضیٰؑ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں تو کتنی تکبیر کہتے ہیں، اس کی وضاحت محدث امام علی متقی حنفی ہندی (التوفی ۹۷۵ھ) نے ان الفاظ سے مروی روایت کے ذریعے کی ہے.... و صلی علیه العباس و علی صفا و احداً و کبر علیه العباس خمساً و دفنوه ، ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عباسؓ اور علیؑ نے ایک ہی صف میں نماز پڑھی۔ عباسؓ نے آپؐ پر پانچ تکبیریں کہیں اور انہوں نے ہی آپؐ کو دفن کردیا''۔ (کنزالعمال جلد ۴ ص ۵۷ رقم الحدیث ۔۱۱۳۰ طبع دکن)

حضرت امام حسنؑ نے حضرت علیؑ کی نماز جنازہ پانچ تکبیر پڑھی

حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے والد گرامی حضرت علی علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے پانچ تکبیریں کہیں۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ احمد بن داؤد دینوری (التوفی ۲۸۲ھ) لکھتے ہیں۔ و دفن علی رضی اللہ عنه لیلاً و صلی علیه الحسن و کبر خمساً فلم

یعلم احداین دفن، حضرت علی رضی اللہ عنہ رات کے وقت دفن کئے گئے۔ آپؑ کے جنازہ کی نماز حسنؑ نے پڑھائی اور پانچ تکبیریں کہیں۔ پس کسی کو معلوم نہیں کہ کہاں دفن ہوئے۔''
(الاخبار الطوال ص ۱۹۹ باب مقتل علی رضی اللہ عنہ طبع بغداد)

ابو حنیفہ الدینوری حنفی کی شخصیت:- ممکن ہے کہ کسی کوتاہ بین کے ذہن میں یہ شک گذرے کہ ''اخبار طوال'' کا مصنف پانچ تکبیر اس لئے روایت کرتا ہے کہ وہ سنی نہیں بلکہ شیعہ ہے۔ اگر سنی ہے تب بھی کوئی فقیہ نہیں ہے۔ یہ گمان بالکل غلط ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ سنی حنفی فقہاء میں عالی شان اور جلیل القدر شخصیت کے مالک ہیں۔ علاوہ ازیں نامور ادیب اور ادب عربی کے انتہائی ماہر ہیں۔ جیسا کہ محدث عبد القادر قرشی حنفی متوفی ۷۷۵ھ ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ذکرہ ابو القاسم مسلمة بن قاسم الاندلسی فی الذیل الذی ذیل به علی تاریخه الکبیر فی اسماء المحدثین و قال فقیه حنفی الفقه، '' ابو القاسم مسلمہ بن قاسم اندلسی نے اسماء محدثین کے سلسلے میں اپنی تاریخ کبیر کے ذیل میں انکا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ فقیہ ہیں اور حنفی فقہ کے پیروکار ہیں''۔ (الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ ج ۱ ص ۶۷ طبع دکن)

محک رجال علامہ شمس الدین ذہبی نے اس رفیع القدر شخصیت کا تذکرہ ان الفاظ کے ساتھ شروع کیا ہے۔ العلامة ذو الفنون ابو حنیفة احمد بن داود الدینوری النحوی..... صدوق کان من کبار الحنفیة ،علامہ، صاحب فنون (متعددہ کے ماہر) ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری نحوی... صدوق (انتہائی راست باز) شخص تھے، بڑے بڑے حنفی فقہاء میں ان کا شمار ہوتا ہے''۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۴۲۲ طبع بیروت)

برصغیر پاک و ہند کے معروف مورخ اور نقاد شاہ معین الدین احمد ندوی (متوفی ھ) اپنی مایہ افتخار کتاب ''خلفاء راشدین'' میں حضرت علی علیہ السلام کی شہادت اور تجہیز و تکفین کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ۔

''حضرت امام حسنؑ نے خود اپنے ہاتھ سے تجہیز و تکفین کی، نماز جنازہ میں چار تکبیروں کے بجائے پانچ تکبیریں کہیں.... '' (خلفائے راشدین ص ۳۲۱ طبع اعظم گڑھ)

مشہور محدث محمد بن اسماعیل الکحلانی (متوفی ۱۱۸۲ھ) نے ابن حجر عسقلانی کی کتاب بلوغ المرام'' کی شرح کرتے ہوئے تکبیرات جنازہ کی بحث کے ضمن میں لکھا ہے کہ وذھب اکثر الھادویۃ الی انہ یکبر خمس تکبیرات واحتجوا مما روی ان علیاً علیہ السلام کبر علی فاطمۃ خمسا و ان الحسن کبر علٰی ابیہ خمساً و عن ابن الحنفیۃ انہ کبر علی ابن عباس خمساً۔ ''اکثر ھادویہ کا یہ مذہب ہے کہ جنازے کی پانچ تکبیرات کہی جائیں۔ انہوں نے ان روایات سے استدلال کیا ہے کہ علی علیہ السلام نے حضرت فاطمہؑ پر پانچ تکبیریں پڑھیں۔ امام حسنؑ نے اپنے والد ماجد (علیؑ) پر پانچ تکبیریں پڑھیں۔ محمد بن حنفیہؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن عباسؓ پر پانچ تکبیریں پڑھیں''۔

(سبل السلام شرح بلوغ المرام ج ۲ ص ۱۰۳) طبع بیروت)

ازالہ وہم :- کوئی کہنے والا بغیر سوچے سمجھے یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ تو ھادویہ فرقے کا مسلک ہے اور روایات بھی انہی کی ہیں۔ لہذا یہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ لیکن یہ بات گذشتہ اوراق میں بڑی وضاحت کے ساتھ سامنے آ چکی ہے کہ عترت یعنی اہل بیت رسول علیہم الصلواۃ والسلام کا اجماعی طور پر پانچ تکبیر پڑھنا ثابت ہے۔ حضرت علی علیہ السلام پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے، حضرت عباسؓ بھی پانچ تکبیریں کہتے تھے۔ امام حسن علیہ السلام نے حضرت علی علیہ السلام کے جنازہ کی نماز میں پانچ تکبیریں کہیں۔ اس مؤقف کی حمایت و تائید کرنے والی تمام روایات یا اقوال موجود ہیں لہذا اسے صرف ہادویہ فرقے کا نظریہ کہنا نا قابل تسلیم ہے اور نادانی کی دلیل ہے۔

جناب فاطمہ زہراؑ کی نماز جنازہ اور بوقت شب تدفین

باقی رہی یہ بات کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کے جنازہ پر پانچ تکبیریں کہیں۔ اگر چہ خصوصی طور پر اس سلسلے میں اہل سنت کی کتب میں ہماری نظر سے کوئی روایت نہیں گذری۔ تاہم عمومی طور پر حضرت علیؑ سے پانچ تکبیریں پڑھنا ثابت ہے۔ اہل سنت

کی اساسی اور معتمد علیہ کتب میں صرف اتنا موجود ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کا جنازہ ان کی وصیت کے مطابق رات کو ہوا اور عام مسلمان اس میں شریک نہ ہو سکے۔ صرف بنو ہاشم شریک ہوئے اور ان کا موقف گذشتہ صفحات میں واضح ہو چکا ہے۔ مزید وضاحت آئندہ صفحات میں ملاحظہ کر لی جائے۔

جناب سیدہ فاطمہ علیہا السلام کی راتوں رات تدفین کا تذکرہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں غیر مبہم الفاظ کے ذریعے اس طرح ہوا ہے۔ **فلما توفیت دفنھا زوجھا علی لیلاً و لم یوذن بھا ابا بکر و صلیٰ علیھا،** ''جب آپؑ وفات پا گئیں تو آپؑ کے شوہر حضرت علیؑ نے آپ کو رات کے وقت دفن کر دیا اور ابوبکر کو اس کی اطلاع نہ دی۔ آپؑ (علیؑ) نے حضرت فاطمہؑ پر نماز جنازہ پڑھی''۔

(صحیح بخاری ج ۳ ص ۳۵ طبع مصر، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۱ طبع لکھنو)

خاتون جنتؑ کی نماز جنازہ حضرت علی مرتضیٰؑ نے ہی پڑھائی چنانچہ علماء اہل سنت نے اس پر صحت و ثقاہت کا حکم لگایا ہے جیسا کہ علامہ برہان الدین حلبی نے سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۳۹۰ مطبوعہ مصر میں نہایت عمدہ الفاظ میں اس کا اظہار کیا ہے **ثبت عندنا ان علیا کرم اللہ وجھہ دفنھا رضی اللہ عنھا لیلاً و صلی علیھا** ''یہ بات ہمارے نزدیک پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو رات کے وقت دفن کیا اور خود ان پر نماز جنازہ پڑھائی''۔

مقام عبرت و افسوس:- جو لوگ پیغمبر انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی سیدۃ نساء العالمین کے جنازے میں شریک ہی نہ ہوئے ہوں، انہیں اور ان کے پیروکاروں کو کیا معلوم کہ ان کے جنازوں کی نماز میں کتنی تکبیریں کہی گئی تھیں؟ مقام افسوس ہے کہ مدینۃ النبی صحابہ کرام اور شمع نبوت کے پروانوں سے بھرا ہوا تھا۔ لیکن سوائے چند افراد بنو ہاشم کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیاری بیٹی کے جنازے میں شریک نہ ہوئے، بفرض تسلیم ان کی وصیت کے مطابق اگر رات کو دفن کرنا تھا تو کیا مدینے والوں کو پیغمبر کی بیٹی کے جنازے میں

شرکت سے زیادہ نیند پیاری تھی؟ وہ کیوں نہ آپؐ کی گلی اور در اقدس پر پہرے داروں کی طرح اس وقت تک منتظر رہتے کہ جب تک تدفین ہو نہ گئی؟ سرکار، اس کے حامی اور سرکاری اہلکار وہاں کیوں نہ حاضر رہے تا کہ جونہی جنازہ اٹھتا انہیں اطلاع ہو جاتی اور اپنے نبیؐ کی بیٹی کے جنازے میں شریک ہو جاتے؟ ان سوالات کے جوابات بھی کتب صحاح ستہ میں سے واضح الفاظ میں ملتے ہیں۔لیکن و ما اکثر الناس و لو حرصت بمومنین۔

ایک شبہ کا بطلان:- تکبیرات اربعہ کے قائلین کی جانب سے عام طور پر جناب سیدہ فاطمہ الزہراؑء کے جنازہ سے متعلق چار تکبیرات والی حسب ذیل ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ توفیت فاطمة ليلا فجاء ابوبكر و عمر و جماعة كثيرة فقال ابوبكر لعلى تقدم فصل قال لا والله لا تقدمت و انت خليفة رسول اللهؐ فتقدم ابوبكر فكبر اربعاً. ''حضرت فاطمہؑ نے رات کو انتقال کیا تو حضرت ابوبکر و عمر ایک جماعت کے ساتھ نماز جنازہ کے لئے آئے اور حضرت علی سے کہا کہ آپ آگے بڑھیں اور نماز پڑھائیں۔حضرت علیؑ نے کہا نہیں خدا کی قسم میں آگے نہیں بڑھ سکتا حالانکہ آپ رسول اللہؐ کے خلیفہ موجود ہیں اس پر ابوبکر نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی اور چار تکبیر کہیں''۔اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ذہبی درج بالا روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کے راوی عبداللہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ احدالضعفاء اتى عن مالك بمصائب یہ کمزور راویوں میں سے ہے اس نے مالک سے مصیبت ناک روایتیں ذکر کی ہیں۔(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۶۴ طبع مصر) اور یہی روایت نقل کرنے کے بعد علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے۔روى الواقدى من طريق الشعبى قال صلى ابوبكر على فاطمة و هذا فيه ضعف و انقطاع و قد روى بعض المتروكين عن مالك ...... واقدی نے شعبی کے حوالے سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے فاطمہ زہراء کی نماز پڑھائی..... اس روایت میں ضعف اور انقطاع پایا جاتا ہے اور بعض متروک الحدیث راویوں نے مالک وغیرہ سے بھی یہ روایت نقل کی ہے''۔(الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج ۴ ص ۳۷۹ طبع قاہرہ، زرقانی شرح مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۲۰۷ مطبوعہ مصر)

پانچویں تکبیر کے منسوخ ہونے کا دعویٰ

جیسا کہ سابقہ صفحات میں بیان کر دیا گیا ہے کہ احناف اہل سنت عموی طور پر پانچ تکبیر نماز جنازہ کو منسوخ تصور کرتے ہیں، لیکن ان میں سے امام ابو یوسف اور زفر اس نسخ کے قائل نہیں ہیں، بلکہ وہ پانچ تکبیر نماز جنازہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔ جبکہ دوسرے ائمہ فقہاء مثلاً امام احمد بن حنبل اور اسحاق وغیرہ پانچ تکبیر کے نسخ کو درست نہیں مانتے۔ چنانچہ علامہ ابن ہمام حنفی (متوفی ۶۸۱ء) ھدایہ کی شرح میں جہاں اس سلسلے میں اپنے موقف کی تائید کرتے ہیں وہیں پہ عدم نسخ کے قائلین کے دلائل بھی اختصار کے ساتھ لکھ دیتے ہیں تا کہ دیانت کا تقاضا کسی حد تک پورا ہو جائے۔ حازمی کی کتاب ''الناسخ والمنسوخ'' میں سے حضرت انس بن مالکؓ کی روایت نقل کرتے ہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل بدر پر سات تکبیریں اور بنو ہاشم پر بھی سات تکبیریں کہتے تھے، آپ کی آخری نماز جنازہ چار تکبیر تھی حتی کہ دنیا سے رخصت ہو گئے'' لیکن حازمی نے اس روایت کی خود ہی تضعیف بھی کر دی ہے اسی طرح کی مختلف روایات کو دیکھتے ہوئے حسب نقل ابن ہمام ملاحظہ ہو فلذا قال بعض العلماء لا توقيت في التكبير وجمعوا بين الاحاديث بانه عليه الصلواة والسلام كان يفضل اهل بدر على غير هم و كذا بنو هاشم و كان يكبر عليهم خمساً و علىٰ من دونهم اربعاً و ان الذى حكى من آخر صلاته لم يكن الميت من بنى هاشم و جعل بعضهم حديث النجاشي في الصحيحين ناسخاً لان رواية ابى هريرة و اسلامه متأخر و لا يخفى انه نسخ بالاجتهاد.... الخ

اسی لئے بعض علماء نے کہا ہے کہ تکبیرات نماز جنازہ کا کوئی عدد معین نہیں ہے۔ انہوں نے احادیث میں تطبیق اس طرح دی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل بدر کو دوسروں پر فضیلت دیتے تھے، اسی طرح بنو ہاشم کو بھی دوسروں پر فضیلت دیتے تھے اور ان (بنو ہاشم) پر پانچ تکبیرات کہتے تھے۔ ان کے علاوہ دیگر لوگوں پر چار تکبیریں کہتے تھے۔ اور آپ کی آخری

نماز جنازہ جس میت پر بتائی گئی ہے وہ میت بنو ہاشم میں سے نہیں تھی۔ بعض لوگوں نے صحیحین میں مروی نجاشی کی حدیث کو ناسخ قرار دیا ہے اس لئے کہ ابوھریرہ کی روایت اور اس کا اسلام متاخر ہے، لیکن یہ بات مخفی نہیں ہے (بلکہ ظاہر ہے) کہ (پانچ تکبیر) اجتہاد کی بناء پر منسوخ ہیں۔۔۔'' (فتح القدیر ج ۲ ص ۱۲۴ مطبوعہ مصر)

شرح فتح القدیر میں ابن ہمام نے اسکی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے'' (قولہ لانہ منسوخ) مبنی الخلاف علی انہ منسوخ اولا، فعند زفر و ھو روایۃ عن ابی یوسف لا، بل ھو مجتھد فیہ بناء علی انہ لم یثبت نسخہ و قد روی ان علیاً رضی اللہ عنہ کبر خمساً قلنا قد ثبت النسخ بما قررناہ آنفاً و غایۃ الامر ان علیاً رضی اللہ عنہ کان اجتھادہ ایضاً علی عدم النسخ ،'' یہ کہنا کہ پانچ تکبیر منسوخ ہے، اس اختلاف کی بنیاد اس بات پر ہے کہ یہ منسوخ ہے یا نہیں؟ زفر کے نزدیک منسوخ نہیں ہے اور ابو یوسف سے بھی یہی روایت ہے کہ منسوخ نہیں ہے۔ بلکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے اس بناء پر کہ اس کا منسوخ ہونا ثابت نہیں ہے، یہ روایت بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پانچ تکبیریں کہی ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ نسخ ثابت ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ابھی قرار دیا ہے، غایت امر یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد بھی یہ تھا کہ پانچ تکبیر کہنا منسوخ نہیں ہے۔

(شرح فتح القدیر ج ۲ ص ۱۲۴)

مندرجہ بالا حقائق سے عیاں ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام سے پانچ تکبیر کو روایتاً و عملاً تسلیم کیا گیا ہے۔ امام ابو یوسف اور زفر بھی پانچ تکبیر نماز جنازہ کے قائل ہیں، انہیں منسوخ نہیں مانتے، پھر حضرت علیؑ سے بڑھ کر کس مجتہد و فقیہ کے فیصلے کی ضرورت ہے؟ جبکہ ارشاد پیغمبرؐ 'انا مدینۃ العلم و علیؑ بابھا'' بھی تسلیم ہے۔''اقضا کم علیؑ'' کا اعتراف بھی ہے'لو لا علیؑ لھلک عمر'' کا نعرہ بھی زبان زد خاص و عام ہے۔ حضرت علیؑ کا فیصلہ تسلیم نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟

اسی صفحہ پر فتح القدیر کے حاشیہ پر امام اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی (متوفی

۷۸۶ھ) نے شرح العنایۃ علی الھدایۃ میں اس حقیقت کو ظاہر کیا ہے کہ زفر پانچ تکبیر کے جواز کا قائل تھا اور حضرت علی علیہ السلام سے پانچ تکبیر مروی ہے۔

احناف کے مشہور و مایہ ناز فقیہ امام محمد بن احمد سرخسی (متوفی ۴۳۸ھ) تکبیرات جنازہ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔**و کان ابن ابی لیلی یقول خمس تکبیرات و هو روایة عن ابی یوسف رحمة الله تعالی و الآثار قد اختلفت فی فعل رسول الله صلی الله علیه وسلم فروی الخمس والسبع والتسع واکثر من ذالک،** ''ابن ابی لیلیٰ کہتے تھے کہ پانچ تکبیریں ہیں۔امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی (پانچ تکبیر) کی روایت ہے۔اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے متعلق آثار مختلف ہیں، آپؐ سے پانچ، سات، نو اور اس سے بھی زیادہ تعداد تکبیرات نماز جنازہ کی مروی ہے'' (کتاب المبسوط سرخسی ج ۲ ص ۶۳)

امام سرخسی پانچ تکبیر نماز جنازہ کے منسوخ ہونے کی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں **....اخر فعله کان اربع تکبیرات فکان هذا ناسخا لماقبله و ان عمر رضی الله عنه جمع الصحابة حین اختلفوا فی عدد التکبیرات..... فوجدوه صلی علیٰ امرأةٍ کبر علیها اربعاً ،** ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری فعل چار تکبیرات تھا۔لہذا یہ اس سے پہلے کے فعل کا ناسخ قرار پایا۔عمرؓ نے صحابہ کو جمع کیا جب وہ تکبیرات کی تعداد کے بارے میں مختلف ہوئے.... چنانچہ انہوں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت پر (آخری بار) جو نماز جنازہ پڑھی تو چار تکبیریں کہیں،**فاتفقوا علی ذالک**،پس انہوں نے چار تکبیر نماز جنازہ پر اتفاق کر لیا''

بعض علماء کا قول ہے کہ نجاشی کی چار تکبیر والی حدیث پانچ تکبیر کے لئے ناسخ ہے۔جیسا کہ فتح القدیر اور عمدۃ القاری وغیرہ کتب میں مذکورہ ہے۔بعض کہتے ہیں کہ ایک عورت کی نماز جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ کے بالکل آخری ایام میں پڑھائی۔اس پر آپؐ نے چار تکبیریں کہیں۔لہذا یہ حدیث ناسخ ہے، ساتھ ہی بہت سے صحابہؓ سے پانچ تکبیر

نماز جنازہ پڑھنا روایت کرتے ہیں، جن میں یہ وضاحت ہے کہ وہ صحابہؓ پانچ تکبیر کے نسخ کو نہیں مانتے نیز حضرت عمر اور ان کی شوریٰ کے فیصلے سے اتفاق نہیں کرتے، تو بلاسوچ سمجھے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ''جی نسخ اجتہاد کے ذریعے ہوا ہے''۔

ع ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہیے

معلوم ہوا کہ ان کے پاس کوئی ایک بھی پختہ دلیل نہیں ہے، نہ کوئی مستحکم روایت اس سلسلے میں وارد ہے۔ جبکہ پانچ تکبیر نماز جنازہ سے متعلق روایات کی صحت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر اور ایک مسلمہ امر ہے۔

چار تکبیر نماز جنازہ سے متعلق روایات کی حیثیت

اگرچہ اہل سنت کی کتب حدیث میں چار تکبیرات پر مشتمل روایات کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے، یہ تعداد زیادہ ہونی ہی چاہئے چونکہ اس کے پیچھے سرکاری قوت کارفرما تھی۔ لیکن بامعان نظر مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو حیثیت سرکار کی ہے وہی حیثیت ان اکثر روایات کی ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی اس بارے ایک روایت پیش کرتے ہیں۔ و **قد رویٰ ابن ابی داؤد فی الافراد من طریق الاوزاعی عن یحیٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمة عن ابی هریرة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم صلی علیٰ جنازة فکبر اربعاً و قال لم ارفی شئي من الاحادیث الصحیحة انه کبر علی جنازة اربعاً الا فی هذا** ''ابوداؤد کے بیٹے نے افراد میں اوزاعی کے طریقے سے یحییٰ بن ابی کثیر سے، اس نے ابی سلمہ سے، اس نے ابو ہریرہ سے روایت ہے کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جنازے پر نماز پڑھی تو چار تکبیریں کہیں ابن ابی داؤد نے یہ کہا کہ میں نے صحیح احادیث میں کہیں نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنازے کی چار تکبیریں کہی ہوں، سوا اس (ایک) حدیث کے'' (فتح الباری شرح بخاری ج ۳ ص ۱۶۳ طبع بولاق مصر)

امام ابن ابی داؤد جیسے عظیم الشان محدث وفقیہ کے نزدیک چار تکبیر نماز جنازہ سے متعلق

اس ایک روایت کے علاوہ تمام روایات بشمول روایت نجاشی صحیح نہیں ہیں۔اس فقیہ کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں **ابو بکر عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث الامام العلامة الحافظ شیخ بغداد ابوبکر السجستانی،** ''ابو بکرعبداللہ بن سلیمان بن اشعث امام علامہ حافظ (حدیث) شیخ بغداد ابو بکر بجستانی ہیں''

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ص ۲۲۱، ۲۲۲ طبع بیروت)

مزید برآں علامہ ذہبی لکھتے ہیں **و کان من بحور العلم بحیث ان بعضه فضله علی ابیه،** ''(ابو بکر عبداللہ بن سلیمان) علم کے سمندروں میں سے ایک سمندر تھا، اس لئے کہ بعض علماء نے اسے اس کے باپ (ابوداؤد بجستانی) سے بھی افضل قرار دیا ہے'' (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ص ۲۲۳)

اگر چہ محدث عبداللہ بن سلیمان بن اشعث بجستانی نے اس سلسلے میں دوٹوک بات کر کے مزید بحث و تمحیص کی ضرورت ختم کر دی ہے، تاہم مزید چند دیگر علماء اعلام کے اقوال اس باب میں مفید ہوں گے۔قارئین کے اضافہ معلومات کے لئے درج کیے دیتے ہیں۔

صحیح مسلم میں چار تکبیرات نماز جنازہ کے اثبات میں نجاشی کی نماز جنازہ سے متعلق ابو ہریرہ سے روایت مروی ہے۔حضرت جابر بن عبداللہؓ کے حوالے سے بھی نجاشی کی نماز جنازہ کے بارے میں چار تکبیر والی روایت ہے۔اگر چہ مسلم کی ایک سند سے حضرت جابر بن عبداللہؓ چار تکبیروں کا ذکر نہیں کرتے، اسی طرح جب امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت عمران بن حصینؓ سے اسی حدیث کو روایت کرتے ہیں تو اس میں عمران بن حصینؓ چار تکبیر کا ذکر نہیں کرتے۔امام ترمذی نے بھی اس سلسلے میں ایک ترجمہ الباب قائم کیا ہے، جس میں عمران بن حصینؓ سے نجاشی کی نماز جنازہ کا ذکر ہے۔لیکن اس میں بھی چار تکبیر کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

چار تکبیر سے متعلق شعبی نے ایک حدیث بحوالہ حضرت ابن عباسؓ روایت کی ہے۔صحیح مسلم میں ہے کہ راوی شیبانی نے شعبی کو کہا کہ تمہیں کس نے یہ حدیث سنائی؟ تو شعبی نے کہا کہ ایک قابل اعتماد شخص نے جس کے پاس ابن عباسؓ آئے تھے۔اس کے بعد امام مسلم نے سات راویوں

سے یہ حدیث بحوالہ ابن عباسؓ روایت کی ہے اور اس کے آخر میں لکھا ہے ولیس فی حدیث احد منھم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کبر اربعاً ''ان ساتوں رواۃ میں سے کسی ایک کی حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں''
(صحیح مسلم ج ا ص ۳۰۹ طبع نول کشور)

مسند ابی یعلی الموصلی میں ابو ہریرہ ہی سے نجاشی پر نماز جنازہ کی روایت دو سندوں سے مروی ہے لیکن دونوں میں چار تکبیر کا کوئی ذکر نہیں بلکہ صرف استغفار کا ذکر ہے (ملاحظہ ہو مسند ابی یعلی الموصلی ج ۵ ص ۳۶۰، ۳۶۳ طبع جدہ) امام ابوداؤد کے بیٹے عبداللہ بن سلیمان، (جسے بعض علماء نے باپ سے بھی افضل اور عظیم حافظ حدیث قرار دیا ہے)، نے نجاشی پر چار تکبیرات سمیت اس سلسلے کی تمام روایات کو غیر صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح مسلم میں مذکور بعض روایات کو چار تکبیر کے ذکر کے ساتھ مضطرب سی کیفیت میں بیان کیا جاتا ہے جبکہ ان کے زیادہ تر راوی چار تکبیر کا ذکر نہیں کرتے۔ ابو ہریرہ نجاشی سے متعلق روایت میں چار تکبیر کا ذکر کرتے ہیں لیکن ان سے بڑے اور جلیل القدر اور رفیع الشان صحابی عمران بن حصینؓ اسی واقعہ میں چار تکبیر کا ذکر نہیں کرتے، عمران بن حصینؓ کیوں چار تکبیر کا ذکر نہیں کرتے اور ابو ہریرہ کیوں کرتے ہیں؟ اور بعض مقامات پر عمران بن حصینؓ کی موافقت کیوں کرتے ہیں؟ عمران بن حصینؓ کا اس کے حکمرانوں کے بارے میں نظریہ بعد میں پیش کیا جائے گا۔ ابو ہریرہ سے متعلق ایک صحابی کی رائے نقل کر دی جاتی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ابو ہریرہ سرکاری اتفاق رائے کی تشہیر اس انداز میں کیوں کرتے تھے؟ امام ابو یعلیٰ موصلی (متوفی ۳۰۷ھ) نے اپنی مسند میں ایک روایت کے ضمن میں ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ اس امر کا ذکر ہوا کہ زندوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے تو بکر بن عبداللہ نے کہا کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ایک شخص نے ہم سے بیان کیا، جبکہ ابو ہریرہ نے اس باب میں اس کی مخالفت کی تھی، ابو ہریرہ نے کہا۔ واللہ لئن انطلق رجل محاربا فی سبیل اللہ ثم قتل فی قطر من اقطار الارض شھیداً فعمدت امراۃ سفھا او جھلا فبکت علیہ لیعذبن ھذا الشھید ببکاء ھذہ السفیھة

علیہ اللہ کی قسم اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرنے نکلے، پھر جنگ کرتے ہوئے کسی مقام پر شہید ہو جائے، بعد ازاں کوئی عورت حماقت یا جہالت سے اس پر روئے تو اس شہید کو اس بیوقوف عورت کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوگا تو اس صحابی نے کہا۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و کذب ابو ھریرۃ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کذب ابو ھریرۃ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا اور ابو ہریرہ نے جھوٹ کہا۔ (دوبارہ یہی بات کی)" (مسند ابی یعلی الموصلی ج ۲ ص ۲۴۸ رقم حدیث ۱۵۸۹ طبع جدہ)

چار تکبیر والی روایات سب کی سب ضعیف ہیں

امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں چار تکبیر نماز سے متعلق ایک روایت ذکر کر کے بعد ازاں اس پر تفصیلی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ عن ابن عباس قال آخر جنازۃ صلی علیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبر علیھا اربعاً تفرد بہ النضر بن عبدالرحمان ابو عمر الخزاز عن عکرمۃ و ھو ضعیف (و قدروی) ھذا اللفظ من وجوہ اخر کلھا ضعیفۃ الا ان اجتماع اکثر الصحابۃ رضی اللہ عنھم علی الاربع کالدلیل علی ذالک واللہ اعلم، "ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آخری شخص جس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنازے کی نماز پڑھی تو آپ نے اس میت پر چار تکبیریں کہیں، اس روایت میں نضر بن عبدالرحمٰن ابو عمر خزاز عکرمہ سے متفرد ہے، اور یہ ضعیف راوی ہے۔ یہ الفاظ دیگر بہت سی سندوں سے مروی ہیں جو سب کی سب ضعیف ہیں، مگر اکثر صحابہ کا چار تکبیروں پر اجماع اس بارے میں دلیل کی مانند ہے واللہ اعلم"

(السنن الکبریٰ بیہقی ج ۴ ص ۳۷ طبع دکن، نصب الرایۃ ج ۲ ص ۲۶۷ طبع ڈابھیل)

مشہور فقہی امام زیلعی حنفی نے حازمی کی کتاب الناسخ والمنسوخ سے شرح فتح القدیر میں مذکور روایت نقل کی اور ساتھ ہی حازمی کا قول بھی نقل کر دیا ہے کہ واسنادہ واہٍ و قدروی آخر صلاتہ کبر اربعاً من عدۃ روایات کلھا ضعیفۃ، اس روایت (آخری نماز

جنازہ میں چار تکبیریں کہیں حتیٰ کہ دنیا سے رخصت ہوگئے (کی اسناد واہی (انتہائی کمزور) ہے، بہت سی روایات میں یہ ہے کہ آپؐ نے آخری نماز جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں، یہ روایات سب کی سب ضعیف ہیں''۔

(نصب الرایہ، ج ۲ ص ۲۶۹، تحفہ الاحوذی شرح جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۴۰ طبع دہلی)

اسی طرح محدث دارقطنی نے اپنی سنن دارقطنی ج ۲ ص ۷۱، ۷۲ طبع لاہور کے متعلقہ باب میں چار تکبیر جنازہ پر مشتمل تقریباً تمام روایات کے راویوں پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے شدید الفاظ میں جرح کی ہے۔ ان روایات کو ناقابل اعتماد ٹھہرایا ہے۔ ان کے علاوہ ارباب جرح وتعدیل کی مزید تصریحات ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

چار تکبیر نماز جنازہ پر صحابہؓ کے اجماع کی حقیقت

حضرات صحابہ کا اجماع بالخصوص حضرت عمر کے عہد خلافت میں کس طرح ہوتا تھا اور پھر اس پر کس طرح مملکت اسلامیہ میں عملدرآمد کرایا جاتا تھا، اس سے متعلق آئندہ سطور میں چند اہم حقائق کی نشاندہی کردی جائے گی لیکن اس سے پہلے چار تکبیر نماز جنازہ پر صحابہ کے اجماع و اتفاق کی کیفیت قدرے وضاحت کی جاتی ہے، چنانچہ امام طحاوی حنفی (متوفی ۳۲۱ھ) اس سے متعلق رقم طراز ہیں۔ عن حماد عن ابراهيم قال قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم والناس مختلفون فى التكبير على الجنائز لا تشاء ان تسمع رجلاً يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر سبعاً واخر يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر خمساً و آخر يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يكبر اربعاً الا سمعته فاختلفوا فى ذالک فکانوا على ذالک حتى قبض ابوبكر فلما ولى عمر ورأى اختلاف الناس فى ذالک شق ذالک عليه جداً فارسل الى رجال من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انكم معاشر اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم متىٰ تختلفون على الناس

یختلفون من بعد کم و متیٰ تجتمعون علی امر یجتمع الناس علیه فانظروا امراً تجتمعون علیه فکانما ایقظهم فقالوا نعم ما رایت یا امیر المومنین فاشر علینا، فقال عمر بل اشیروا انتم علی فانما انا بشر مثلکم فتراجعوا الا مر بینهم فاجمعوا امرهم علیٰ ان یجعلوا التکبیر علی الجنائز مثل التکبیر فی الاضحیٰ والفطر اربع تکبیرات فاجمع امرهم علی ذالک،

''حماد نے ابراہیم نخعیؒ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے درانحالیکہ لوگ جنازے پر تکبیرات کے معاملے میں اختلاف میں پڑے ہوئے تھے، اگر آپ چاہیں کہ کسی کو یہ کہتے ہوئے سنیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات تکبیریں پڑھیں، کسی دوسرے سے یہ سنیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ تکبیریں کہیں، ایک اور شخص یہ کہہ رہا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں پڑھیں، تو آپ ایسی سب باتیں سن لیں گے۔ حضرت ابوبکر کی وفات تک یہی اختلافی حالت باقی تھی۔ جب حضرت عمر حکمران ہوئے تو اس مسئلے میں لوگوں کا اختلاف دیکھا۔ تو یہ حالت ان پر بہت گراں گذری، تب انہوں نے چند اصحاب کو طلب کیا اور انہیں کہا کہ تم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہو جب تم دوسرے لوگوں کے سامنے اس طرح اختلاف کرتے رہو گے تو وہ بھی تمہارے بعد مختلف رہیں گے اور اگر تم کسی امر پر متفق ہو گئے تو دیگر لوگ بھی اس پر متفق ہو جائیں گے۔ پس تم غور و فکر کر کے اس مسئلے میں کسی بات پر متفق ہو جاؤ، (یہ بات کر کے) حضرت عمر نے گویا انہیں بیدار کر دیا۔ ان سب نے کہا۔ اے امیر المومنین، آپ کی رائے بہت عمدہ ہے، پھر ہمیں بتائیں (کہ ہم کیا کریں؟) حضرت عمر نے کہا۔ بلکہ تم مجھے مشورہ دو کیونکہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں۔ انہوں نے آپس میں اس مسئلے پر بحث و تمحیص کی۔ چنانچہ ان کی رائے اس پر ٹھہر گئی کہ میت پر تکبیر کو نماز (عید) اضحیٰ اور فطر کی مانند چار تکبیر قرار دیں۔ چنانچہ وہ سب اس پر متفق ہو گئے''۔

(شرح معانی الآثار طحاوی ج ۱ ص ۲۸۶ طبع دیوبند)

سنن الکبریٰ بیہقی ج ۴ ص ۳۷ پر اسی اجماع سے متعلق روایت میں بتایا ہے کہ سب

سے لمبی نماز یعنی ظہر کی چار رکعت پر قیاس کر کے چار تکبیر پر اتفاق کر لیا گیا، جبکہ امام طحاوی کے مطابق عید الفطر والاضحیٰ کی تکبیروں کے برابر قیاس کر کے چار تکبیر نماز جنازہ پر اتفاق ہوا۔

کتاب الآ ثار از امام محمد شیبانی ص ۴۲ طبع انوار محمدی لکھنو میں ہے کہ انہوں نے غور وفکر کیا تو یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں جو نماز جنازہ پڑھی اس میں چار تکبیریں کہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسی نوع کی روایات اور قیاسات کی حقیقت سابقہ صفحات میں واضح و آشکار ہو چکی ہے۔لہذا وہاں مراجعت فرمائی جائے۔

شرح معانی الآ ثار طحاوی کی درج بالا روایت کے الفاظ ''نعم ما رایت یا امیر المومنین فاشر علینا'' ''اے امیر المومنین آپ کی رائے نہایت عمدہ ہے۔ ہماری راہنمائی کیجئے'' کے الفاظ سے شوریٰ والوں کی ذہنی کیفیت اور طریقہ اجماع کی نشاندہی ہوتی ہے۔اس جملے کے ہر لفظ سے خوشامد ٹپک ٹپک کر نہیں بلکہ چھلک چھلک کر ظاہر ہو رہی ہے۔یعنی جو آپ کی مرضی ہوگی۔ہم اس پر متفق ہونے کے لئے تیار ہیں۔ذالک مبلغھم من العلم؟

بہ بیں تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا

اس سلسلے میں مزید وضاحت کے لئے علامہ شبلی نعمانی (متوفی ـــــ ھ) کی معروف تصنیف ''الفاروق'' سے چند اقتباسات حاضر ہیں جس میں وہ رقمطراز ہیں کہ ''ایک بات او ربھی لحاظ کے قابل ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس بات کی بڑی احتیاط کی کہ عموماً ہر شخص تعلیم مسائل کا مجاز نہ ہو۔مسائل بھی خاص کر وہ تعلیم دیئے جاتے تھے جن میں صحابہ کا اتفاق رائے ہو چکا تھا یا جو مجمع صحابہ میں پیش ہو کر طے کر لئے جاتے تھے، چنانچہ اس کی پوری تفصیل شاہ ولی اللہ صاحب نے نہایت خوبی سے لکھی ہے۔ہم اس کے جستہ جستہ فقرے جو ہماری بحث سے متعلق ہیں اس مقام پر نقل کرتے ہیں، ''معھذا بعد عزم خلیفہ بر چیزے مجال مخالفت نبود جمیع ایں امور شد روند نمیر فتندو بدون استطلاع رای خلیفہ کارے را مصمم نمی ساختند'' (اس کے باوجود کسی چیز پر خلیفہ کے عزم کے بعد مخالفت کی کوئی

گنجائش نہ تھی۔ ان تمام امور میں ایسے ہی روش اختیار نہیں کی جاتی تھی اور خلیفہ کی رائے معلوم کیئے بغیر کسی کام کا قطعی فیصلہ نہیں کرتے تھے)۔

(الفاروق حصہ دوم ص ۶۳ بحوالہ ازالۃ الخفاء جز دوم ص ۱۴۰)

مندرجہ بالا عبارت سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ دینی مسائل کی تعلیم بھی سرکاری استاد ہی دیا کرتے تھے دوسرے غیر سرکاری علماء کو دینی تعلیم دینے کی اجازت ہرگز نہ تھی، مذہب بھی سرکاری ہی تعلیم دیا جاتا تھا جس کی تصدیق سرکار اور اس کے سرکاری مشیر کیا کرتے تھے۔ یہ معلوم ہو گیا کہ خلیفہ جس عزم کا اظہار کر دیں تو کسی مشیر یا عامل کو اس سے مخالفت کی قطعاً کوئی گنجائش نہ تھی، مشیر اور عامل بنتے ہی وہی لوگ تھے جو خلیفہ کی ہاں میں ہاں ملانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے، وہ تو خلیفہ کی خوشنودی کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے، جدھر خلیفہ کا میلان ہوتا اسی طرف ووٹ دے دیتے۔ ہمیشہ سے درباری مشیروں کا یہی طریقہ رہا ہے۔ کما لا یخفی۔

علوم اسلامیہ میں کس قدر مہارت اور رسوخ رکھنے والے کتنے حضرات صحابہؓ حضرت عمر کی علمی مجالس میں شریک ہو کر مسائل مختلفہ طے کرتے تھے؟ اس کی تفصیلی صورت حال جاننے کے لئے طویل اور گہرے مطالعہ کی ضرورت ہے، تاہم فاضل شبلی نعمانی کی کتاب الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۴۷ مطبع قدیمی دہلی عنوان ''ذاتی حالات'' کے ذیلی عنوان ''مذہبی زندگی'' میں چند ایک نمونے ملاحظہ کیئے جا سکتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کس طرح دینی مسائل میں فیصلہ کرتے اور اسے نافذ کرتے تھے اور پھر اسے سرکاری مذہب قرار دے کر آئندہ پوری امت کے لئے ایک نئی راہ پیدا کر دی جاتی؟ اس کی کچھ نشاندہی ڈاکٹر پروفیسر خورشید احمد فارق دہلی یونیورسٹی نے کی ہے، جسے انہی کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے، ''ان (عمرؓ) کا اجتہاد آزاد اور باجرات تھا وہ اگر کسی بات کو درست سمجھتے یا خلافت کے مفاد میں تو اسے بے دھڑک اختیار کر لیتے تھے، چاہے ایسا کرنے میں سنت رسولؐ اور عمل صدیقؓ کی مخالفت ہی کیوں نہ کرنی پڑتی، اگر حالات کا تقاضہ ہوتا تو وہ قرآن کے

ضابطوں کو بھی نظر انداز کر دیتے تھے.... ''(حضرت عمر فاروقؓ کے سرکاری خطوط ص ۲۵ ناشر ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب کے الفاظ خود واضح ہیں ان پر مزید تبصرے کی ضرورت نہیں، لیکن ''سنت رسولؐ کی مخالفت.... قرآن کے ضابطوں کو نظر انداز'' کے الفاظ کو معجم کبیر طبرانی کی حدیث کے الفاظ ''ان الکتاب والسلطان سیفترقان ''(قرآن اور حکومت عنقریب جدا ہو جائیں گے) کو باہم ملا کر پڑھنے کے بعد معقول نتیجہ ومفہوم اخذ کرنے میں کوئی مشکل نہیں رہتی۔ ے!

ے! محدث طبرانی نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ جس میں آنحضورﷺ کے بعد سیاسی وعمومی دینی امور میں تبدیلی کی نشاندہی کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں۔ **سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول خذوا العطاء مادام عطاء فاذا صار رشوۃ فی الدین فلاتا خذوہ و لستم بتارکیہ یمنعکم الفقر والحاجۃ الا ان رحی الاسلام دائرۃ فدوروا مع الکتاب حیث دارالا ان الکتاب والسلطان سیفترقان فلا تفارقوا الکتاب الا انہ سیکون علیکم امراء یقضون لا نفسھم ما لا یقضون لکم ان عصیتمو ھم قتلوکم و ان اطعتموھم اضلو کم ... الخ** . ترجمہ:- میں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ عطاء یعنی وظیفہ (حکمرانوں سے) اس وقت تک لو جب تک وہ وظیفہ رہے۔ جب دین کے لئے رشوت بن جائے (یعنی دین فروشی وخریداری ہونے لگے) تو اسے مت لو، لیکن تم اسے چھوڑو گے نہیں۔ اس لئے کہ یہ تمہیں مفلسی اور حاجتمندی سے بچاتا ہے۔ سن لو! اسلام کی چکی چلنے والی ہے (اور چلتی رہے گی) پس تم ادھر جاؤ جدھر کتاب (اللہ) ہو، سن لو! یقیناً کتاب (قرآن) اور حکومت عنقریب جدا جدا ہو جائیں گے۔ پس تم کتاب (قرآن) سے جدا نہ ہونا۔ سنو! بہت جلد تم پر ایسے لوگ حکمران ہوں گے جو اپنے (حقوق کے) لئے وہ فیصلے کریں گے جو تمہارے لئے نہیں کریں گے (صوابدیدی فنڈز اور اختیارات اپنے لئے مختص کریں گے جو دیگر عوام کے لئے نہیں ہوں گے۔ اس طرح اپنے آپ کو عوام سے ایک ممتاز اور بالاتر طبقہ قرار دیں گے) اگر تم ان کی نافرمانی کرو گے

چار تکبیر نماز جنازہ پر اجماع منعقد نہیں ہوا

گذشتہ صفحات میں اس امر کا اظہار ہو چکا ہے کہ متعدد صحابہ کرامؓ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت میں ان کے بعد بہت سے علماء وفقہا اہل سنت پانچ تکبیر نماز جنازہ کے قائل رہے ہیں اور ان کا عمل اسی پر رہا ہے لہذا اس مسئلہ پر اجماع کا دعویٰ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے، سنتِ نبویؐ سے اخذ کردہ اصول فقہ سے یہی امر سامنے آتا ہے۔ جیسا کہ امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ) شارح صحیح مسلم لکھتے ہیں۔ ان الاجماع لاینعقد اذا خالف من اهل الحل و العقد واحد و هذا هوا لصحیح مشهور ''جب اہل حل وعقد میں سے ایک شخص بھی مخالف ہو

تو وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ اگر ان کی اطاعت کروں گے تو تمہیں گمراہ کر دیں گے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ پھر ہم کیا کریں؟ تو آپؐ نے فرمایا۔ کما صنع اصحاب عیسی بن مریم نشرو ابا لمنا شیر و حملوا علی الخشب موت فی طاعة الله خیر من حیاة فی معصیة الله ۔ اس طرح کرنا جیسے عیسیٰ بن مریم کے اصحاب نے کیا وہ آروں سے چیر ڈالے گئے۔ صلیب پر چڑھا دیئے گئے۔ اللہ کی اطاعت میں موت اللہ تعالیٰ کی معصیت میں زندگی سے بہتر ہے۔ (المعجم الکبیر طبرانی جلد ۲۰ ص ۶ ۷ حدیث نمبر ۲ ۷ طبع بغداد)

ذرا جواب دیجئے:- وہ کون سے حکمران ہیں جنہوں نے رشوت کے طور پر بیت المال سے وظیفے دیئے؟ وہ کون سے لوگ ہیں جنہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کی مخالفت کے باوجود حکمرانوں کے ہاتھوں وظائف کے عوض اپنا دین وایمان فروخت کیا؟ کب سے کتاب اللہ (قرآن) اور حکومت جدا جدا ہو گئے؟ کیا لوگوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کی وصیت کے مطابق قرآن سے تمسک کیا؟ یا حکمرانوں کی پیروی کی؟ وہ کون سے حکمران ہیں جن کے عہد میں بیت المال کو صوابدیدی فنڈز میں استعمال کیا جانے لگا اور امتیازی وترجیحی سلوک شروع ہوا؟ نبی کریمؐ سے مروی احادیث ''ستـرون بعدی اثره'' کے تحت واقعات کس عہد کا تعین کر رہے ہیں؟ حاکموں کی حکم عدولی پر شدید سزا اور قتل کے واقعات کا آغاز کن حضرات کے عہد سے ہوا؟ ایسے لوگوں کے مقابلے میں کتنے لوگوں نے اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کا طریقہ اختیار کیا؟

تو اجماع منعقد نہیں ہوتا، یہی صحیح اور مشہور فیصلہ ہے''۔

(شرح نووی مع صحیح مسلم ج ا ص ۱۰۰۳ طبع نول کشور)

پانچ تکبیرات کے حوالے سے اہل بیتؑ کا اجماع پہلے نقل ہو چکا ہے لہذا جو اجماع بھی مکتب اہل بیتؑ کے خلاف قائم ہوگا وہ سراسر باطل اور نا قابل اعتبار ہے۔ جیسا کہ ابن حزم اندلسی نے ''المحلیٰ'' سفر خامس وسابع مسئلہ نسخ القرعہ صفحہ ۲۸۶ مطبوعہ قاہرہ میں لکھا ہے کہ ''ہر اس اجماع پر اللہ کی لعنت ہے جس سے علی بن ابی طالب اور ان کے ساتھ رہنے والے صحابہ کرامؓ باہر ہوں'' اسی سلسلہ میں ملا محمد معین سندھی نے اپنی تصنیف ''دراسات اللبیب'' صفحہ ۲۴۹ طبع قدیم لاہور میں ارقام فرمایا ہے، **لااجماع بمخالفة اهل البيت**، ''اہل بیتؑ کی مخالفت

جب اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حکومتی سیاست جدا ہو جائیں تو پھر باقی کیا رہ جاتا ہے؟ علامہ اقبالؒ اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ۔

جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو — جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جناب رسالت مآب ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری لمحات میں جو شرعی حکم اپنی امت کے لئے جاری کیا تھا وہ یہ تھا کہ اللہ کی کتاب قرآن اور اپنی عترت اہل بیتؑ کو تمہارے لئے رہنما چھوڑ رہا ہوں۔ جب تک ان دونوں سے تمسک کرو گے یعنی ان کے مقتدی اور پیروکار بنو گے، گمراہ نہیں ہو گے، یہ دونوں کتاب وعترت، کبھی جدا نہیں ہوں گے حتی کہ حوض کوثر تک اکٹھے میرے پاس آئیں گے۔ دوسری طرف آپؐ نے یہ خبر دی کہ میری اس وصیت اور شرعی حکم کے برعکس ایسے لوگ حکمران بن جائیں گے جو قرآن سے جدا ہوں گے۔ یہی چنگیزی ہوگی۔ یہ امر بھی عیاں ہو گیا ہے کہ ائمہ اہل بیت کی حکومت پیغمبر ﷺ کے فوراً بعد تو قائم نہیں ہوئی حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں جو فسادات رونما ہوئے وہ بھی سب کو معلوم ہیں۔ بعدازاں جو سلوک امت اور اس کے حکمرانوں نے امام حسن و حسین علیہما السلام کے ساتھ کیا وہ بھی کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ علامہ اقبالؒ نے ''در معنی حریت اسلامیہ وسر حادثہ کربلا'' کے زیر عنوان اسی صورت حال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ۔

چوں خلافت رشتہ از قرآن گسیخت

حریت را زہر اندر کام ریخت

موجود ہوتو کوئی اجماع نہیں''۔

لہذا یہ امر پایہ ثبوت تک پہنچ چکا ہے کہ اہل بیتؑ اور ان کے حامی صحابہ کرامؓ جس اجماع میں شامل نہ ہوں وہ اجماع ہرگز منعقد نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسا اجماع ملعون و مردود متصور ہوگا۔

رسول کریمؐ چار تکبیر کیوں پڑھتے اور پانچ کیوں؟؟

اہلِ سنت حضرات کی کتب حدیث میں چار تکبیر اور پانچ تکبیر نماز جنازہ پر مشتمل احادیث وارد ہیں لیکن ان کتب حدیث میں کہیں بھی اس امر کی وضاحت نہیں ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار تکبیر کیوں پڑھتے اور پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھنے کا سبب کیا تھا؟ جبکہ مذہب اہل بیت میں ائمہ اطہار علیہم السلام نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ حضور نبی کریمؐ

مطلب یہ ہے کہ جب خلافت نے قرآن پاک سے اپنا رشتہ توڑ لیا تو اس نے حریت اسلامیہ کے منہ میں زہر انڈیل دیا (تب امام حسینؑ نے قیام کیا۔ اور قیامت تک کے لئے ظلم واستبداد کی جڑ کاٹ کے رکھ دی)۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا خلافت نے اچانک یزید بن معاویہ کی تخت نشینی کے ساتھ ہی قرآن سے رشتہ توڑا؟ تو اسلامی تاریخ اس کا جواب نفی میں دیتی ہے۔ اور یہ سلسلہ اس سے پہلے جاری تھا۔ حتیٰ کہ اس کے مضر اثرات صرف اس زمانے تک محدود نہیں رہے بلکہ آج تک امت اسلامیہ اس کا خمیازہ بھگت رہی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ طبرانی کی روایت کے ضمن میں پیدا ہونے والے سوالات کے جواب اسلامی تاریخ کے اوراق سے مل سکتے ہیں۔ تاہم اس سلسلہ میں مفکر اسلام مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تالیف ''خلافت وملوکیت'' کا مطالعہ خاصی حد تک مفید ثابت ہوسکتا ہے بشرطیکہ طلب حق کا جذبہ صادق ہو اور قرآن وسنت سے رشتہ توڑنے والے حکمرانوں کی پیروی کو ترک کرکے پیغمبر اکرم ﷺ کے ارشادات وفرامین کی روشنی میں کتاب اللہ اور اہل بیتؑ کی اطاعت اختیار کرکے ان کے دامن سے متمسک ہو جانا چاہئے۔ ایسے حکمرانوں نے خوشامدی مفاد پرست مددگاروں کی تائید سے ایک طرف اسلام کے سیاسی نظام کو درہم برہم کر دیا اور اس کی جگہ ملوکیت کا راستہ ہموار کیا بالفاظ دیگر ملوکیت کو اسلام کے لبادے میں قائم کیا اور دوسری طرف کتاب وسنت کا صحیح علم وشعور نہ ہونے کی وجہ سے اور خواہش پرستی کے جذبے سے مغلوب ہوکر تمام اسلامی عبادات کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دیا۔

چار تکبیر کیوں پڑھتے تھے اور پانچ کیوں؟ چنانچہ مذہب اسلام کی معروف کتب حدیث سے اس وضاحت اور بیان علت پر مشتمل روایات پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ یکبر علی قوم خمساً و علی قوم آخرین اربعاً فاذا کبر علی رجل اربعاً اتهم یعنی بالنفاق "حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض لوگوں پر پانچ تکبیر پڑھتے اور کچھ دوسرے لوگوں پر چار تکبیر کہتے۔ جب آپؐ کسی شخص پر چار تکبیر کہتے تو اس شخص پر منافق ہونے کی تہمت لگ جاتی تھی"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ اذا صلی علی میت کبر و تشہد ثم کبر ثم صلی علی الانبیاء و دعا ثم کبر و دعا للمومنین ثم کبر الرابعۃ و دعا للمیت ثم کبر و انصرف فلما نہاہ اللہ عز و جل عن الصلوۃ علی المنافقین کبر و تشہد ثم کبر و صلی علی النبیین صلی اللہ علیہم ثم کبر و دعا للمومنین ثم کبر الرابعۃ وانصرف و لم یدع للمیت "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی میت پر نماز پڑھتے تو تکبیر کہتے اور تشہد پڑھتے، پھر تکبیر کہہ کر انبیاء پر درود پڑھتے اور دعا کرتے، اس کے بعد تکبیر کہہ کر مومنین کے لئے دعا کرتے، پھر چوتھی تکبیر کہتے اور اس میت کے لئے دعا کرتے، پھر تکبیر کہتے اور نماز ختم کر دیتے، جب اللہ عز و جل نے آپ کو منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے سے روک دیا، تو آپ تکبیر کہتے اور تشہد پڑھتے، پھر تکبیر کہتے اور انبیاء علیہم السلام پر درود پڑھتے، پھر تکبیر کہتے اور مومنین کے لئے دعا کرتے پھر چوتھی تکبیر کہتے اور نماز سے خارج ہو جاتے، درانحالیکہ میت کے لئے دعا نہیں کرتے تھے"۔ (فروع کافی ج۱ص۹۵طبع لکھنو)

چار اور پانچ تکبیر پڑھے جانے کی اصل وجہ ثقل ثانی اور دائمی طور پر قرآن سے جدا نہ ہونے والے رہنماؤں نے بیان کی ہے، جن سے تمسک کرنے اور دین حاصل کرنے کی وصیت پیغمبر اسلامؐ نے کی تھی، لیکن افسوس، مسلمانوں کی نا سمجھی اور شومئ اعمال کہ قرآن کے ضابطوں کو

نظر انداز کرنے والے لوگوں کو اپنا پیشوا بنالیا اور ان کے فیصلوں کو دین سمجھ کر کوتاہ بین منافقوں کے لئے مخصوص چار تکبیر کو اختیار کر لیا، جس میں خاص اس میت کے لئے دعا نہیں ہوتی۔ اہل بیت رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام سے انحراف کو کن الفاظ سے تعبیر کرنا چاہئے کہ مسلمانوں نے اپنے لئے خود اپنی رضامندی اور خوشی سے منافقین سے مخصوص تکبیرات نماز جنازہ کو اختیار کر لیا ہے۔

ایک اور قابل ذکر اور اہم نکتہ یہ ہے کہ اہل سنت کی کتب حدیث میں پانچ تکبیر نماز جنازہ کی روایات انہی صحابہؓ اور تابعینؒ سے آئی ہیں جو سرکار کے مخالف اور اہل بیت علیہم السلام کے زبردست حامی تھے۔ مثلاً زید بن ارقمؓ اور حذیفہ بن یمانؓ، عبدالرحمان بن ابی لیلیٰؒ وغیرہ۔

تاہم فاضل شبلی نعمانی کے حوالے سے یہ امر بھی واضح ہو چکا ہے کہ حضرت عمر کے دور میں کسی شخص کو ان کے کسی فیصلہ سے اختلاف کرنے کی اجازت نہ تھی، نہ ہی اس کی گنجائش تھی، کسی مخالف کو اپنا نقطۂ نظر ظاہر کرنے پر تشدد کا نشانہ بنایا جا سکتا تھا بلکہ بنایا جاتا تھا، بالخصوص اہل بیت علیہم السلام کے حامی صحابہ کرامؓ پر کڑی نگاہ رکھی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقمؓ اور حذیفہؓ وغیرہ نے حضرت عمر کے زمانہ حیات میں پانچ تکبیر کی حدیث بیان کرنے اور اس پر عمل سے اجتناب کیا۔ لیکن اس کے بعد جب حالات کو قدرے سازگار اور موافق پایا تو اصل اسلام کو جعلی مذہب کے مقابلے میں ظاہر کر دیا، بھلا حق کو کب تک دبایا اور چھپایا جا سکتا تھا؟

اظہار خیال پر تشدد

سرکاری نظریہ کے مخالفین کو کس حد تک خوفزدہ رکھا جاتا اور وہ کس طرح مہر بہ لب ہو جاتے، اس کا اندازہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے ایک بیان سے ہوتا ہے، جسے صحیح مسلم وغیرہ کتب میں روایت کیا گیا ہے، لکھتے ہیں۔

عن مطوف قال بعث الی عمران بن حصین فی مرضه الذی تو فی فیه فقال انی کنت محدثک باحادیث لعل الله ان ینفعک بها بعدی فان عشت

فاکتم عنی و ان مت فحدث بھا ان شئت انه قد سلم علی و اعلم ان نبی اللہ صلی اللہ علیه وسلم قد جمع بین حج و عمرة ثم لم ینزل فیھا کتاب اللہ و لم ینه عنھا نبی اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال رجل برایه ماشاء ،''جناب مطرفؒ سے مروی ہے کہ عمران بن حصینؓ نے مجھے مرض وفات کے دوران بلایا۔ پھر کہا۔ میں تجھ سے ایک حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں شاید میرے بعد اللہ تعالیٰ تجھے اس حدیث کے ذریعے سے نفع دے، اگر میں زندہ بچ گیا تو یہ بات میری طرف سے بیان نہ کرنا بلکہ چھپا کر رکھنا اگر میں مرگیا تو بیان کردینا، اگر تو چاہے، مجھ پر سلام کیا گیا ہے، جان لے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا ہے۔ اس کے بعد نہ تو اللہ کی کتاب میں اس بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا۔ اس شخص (عمر) نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا''

(صحیح مسلم ج ا ص ۴۰۲، ۴۰۳، مسند الامام احمد ج ۴ ص ۴۲۸ طبع مصر، سنن الدارمی ج ۲ ص ۳۵ طبع دمشق)

صحیح مسلم کے متعلقہ باب میں یہ روایت کئی راویوں سے مروی ہے، ان روایات کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمران بن حصینؓ نے مطرفؒ کو خصوصی طور پر متعۃ الحج کے جواز کی حدیث بیان کرنے کے لئے ہی بلایا تھا۔ اسی میں انہوں نے اشارہ حضرت عمرؓ کی طرف کیا کہ اس شخص نے اپنی رائے سے متعۃ الحج سے منع کیا ان کا اس سے منع کرنا قطعاً غلط اور قرآن و سنت کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ جناب مطرف بن عبداللہؒ ایک مشہور تابعی ہیں انہوں نے اپنی زندگی کے اکثر لمحات بنو امیہ کے ظلم و استبداد کے زمانے میں گذارے ان کٹھن حالات میں وہ بحالت تقیہ گوشہ نشین ہو جایا کرتے تھے۔ بسا اوقات ان لوگوں کے ساتھ جمعہ اور جماعت میں بھی شریک نہ ہوتے تھے۔ تفصیل کے لئے ''طبقات ابن سعد'' اور ''سیر اعلام النبلا'' ملاحظہ کیجئے۔

ایک مغالطے کا ازالہ :- امام نووی اور بعد ازاں مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس روایت کے تحت یہ مغالطہ میں ڈالنے کی سعی لاحاصل کی ہے کہ ''عمران بن حصینؓ نے مطرفؒ کو ''فان عشت فاکتم عنی'' کے الفاظ سے فرشتوں کے اسے (عمرانؓ کو) سلام کرنے کی فضیلت کو چھپانے کی تاکید کی تھی''۔ حالانکہ یہ بات اصل واقعہ کے خلاف اور صریحاً غلط ہے۔

اس لئے کہ عمران بن حصینؓ کی یہ فضیلت تو بصرے میں عام لوگوں کو پہلے سے معلوم تھی، جیسا کہ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۸۹، سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۵۱۱ اور الاصابہ مع الاستیعاب ج ۳ ص ۲۶، ۲۷ سے متبادر ہوتا ہے۔ نہ ہی اس فضیلت کے عوام کو معلوم ہو جانے سے عمران بن حصینؓ کو کسی طرح کا خدشہ یا اندیشہ لاحق ہو سکتا تھا اور نہ ہی عوام کے گمراہ ہونے کا خطرہ تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ حضرت عمر نے متعۃ الحج کی ممانعت کی ہوئی تھی۔ اگرچہ وہ اس دنیا سے بہت پہلے رخصت ہو چکے تھے، اس لئے کہ حضرت عمرانؓ کی وفات ۵۲ یا ۵۳ ھ میں ہوئی ہے، لیکن یہ زمانہ معاویہ بن ابی سفیان کی حکومت کا تھا اور معاویہ بھی فقہ عمری کو نافذ کرنے کے لئے سرگرم عمل تھا لہذا حضرت عمر کے اس فیصلے کے خلاف کوئی حدیث بیان کرنا خطرے سے خالی نہ تھا، اسی لئے انہوں نے اپنی زندگی کے لمحات تک حدیث چھپانے کی تاکید فرمائی جس میں حضرت عمر کے فیصلے کی تردید اور مذمت تھی، ساتھ ہی قرآن وسنت سے متعۃ الحج کے بارے میں حقیقی شواہد بھی بیان کر دیئے۔

ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ اس روایت میں لفظ ''اعلم'' وارد ہوا ہے جو انسان کو متوجہ کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اصل بات جو کہنا چاہتے ہیں وہ ''اعلم'' کے بعد والی ہے نہ کہ پہلی، مطلب یہ ہے کہ جو حدیث میں بیان کر رہا ہوں محض کہنے اور سننے تک محدود نہ رکھنا بلکہ دل میں جگہ دینا اور اسے اچھی طرح یاد کرنا ہے۔ بعد از اں حج تمتع والی حدیث سنائی۔

اس کے مزید شواہد کتب حدیث میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی نے ایک جگہ اس بارے چند روایات درج کی ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں کہ محمد بن عبداللہ بن حارث بن نوفل سے مروی ہے کہ انہوں نے سعد بن ابی وقاص اور ضحاک بن قیس کو سنا کہ ھما **یذکران التمتع بالعمرة الی الحج فقال الضحاک بن قیس لایصنع ذالک الامن جھل امر اللہ تعالیٰ فقال سعد بئس ما قلت یا بن اخی فقال الضحاک فان عمر بن الخطاب قد نھی عن ذالک فقال سعد قد صنعھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صنعنا ھا معہ ھذا حدیث صحیح** ۔ وہ دونوں تمتع عمرہ یا حج کے سلسلے میں گفتگو کر

رہے تھے۔ضحاک بن قیس نے کہا۔ یہ کام تو وہی شخص کرے گا جو اللہ تعالیٰ کے امر (دین) سے جاہل ہوگا۔سعد نے کہا۔ بھتیجے،تم نے بہت بری بات کہی۔ضحاک نے کہا کہ عمر بن خطابؓ نے اس سے روکا ہے۔سعد نے کہا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع بالحج کیا ہے اور ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ یہ کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے''

ابن شہاب کہتے ہیں کہ سالم بن عبداللہ نے ان سے بیان کیا کہ **انه سمع رجلا من اهل الشام و هو يسال عبدالله بن عمر عن التمتع بالعمرة الى الحج فقال عبدالله بن عمر هى حلال فقال الشامى ان اباک قد نهى عنها فقال عبدالله بن عمرا رايت ان كان ابى نهى عنها و صنعها رسول الله اعرابى يتبع ام امر رسول الله فقال الرجل بل امر رسول الله فقال لقد صنعها رسول الله هذا حديث حسن صحيح.** انہوں نے اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کرتے ہوئے ایک شامی شخص سے سنا کہ وہ تمتع بالحج کے بارے میں پوچھ رہا تھا،عبداللہ بن عمر نے کہا۔ یہ حلال ہے۔اس شامی شخص نے کہا۔تیرے باپ نے اس سے منع کیا تھا۔عبداللہ بن عمر نے کہا۔تیری کیارائے ہے کہ اگر میرے باپ نے اس سے منع کیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا ہو تو میرے باپ کے حکم کی پیروی کی جائے گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی؟ اس شخص (شامی) نے کہا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت کی جائے گی۔ ابن عمر نے کہا۔پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کام کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے''۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ **تمتع رسول الله و ابوبكر و عمر و عثمان و اول من نهى عنه معاوية** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمتع کیا،ابوبکر،عمر اور عثمان نے بھی کیا۔سب سے پہلے جس نے اس سے منع کیا وہ معاویہ ہے''۔(سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۲۱ طبع دیوبند)

اگر چہ اس مسئلہ میں اول منع کرنے والے عمر بن خطابؓ ہی تھے،لیکن حضرت عثمانؓ کے عہد میں اس بارے میں اتنی سختی سے عمل درآمد نہ ہو سکا۔حضرت علی المرتضیٰ کے عہد میں اس

سے کچھ تعرض نہ ہوا بلکہ حضرت علیؑ اس کے مجوز تھے، بعد میں معاویہ بن ابی سفیان نے دوبارہ سختی سے ممانعت پر عمل درآمد کروا کے حضرت عمر بن خطابؓ کی سنت کو زندہ کر دیا۔

یہ بھی قابل ذکر بات ہے کہ ضحاک بن قیس کہ جس کا حضرت سعد بن ابی وقاص سے مکالمہ ہوا ہے، معاویہ کا سپہ سالار اور گورنر تھا، حضرت علیؑ کا سخت دشمن اور معاویہ کا زبردست حامی تھا۔ اسی لئے اس سلسلے میں سعدؓ کے سامنے سخت موقف کا اظہار کیا۔ عمر بن خطابؓ کے گورنر معاویہ کے حامی، شامی شخص نے عبداللہ بن عمرؓ سے اس بارے میں بات کی تو ابن عمر نے مسئلہ بالکل واضح کر دیا کہ جو چاہے عمر کی سنت پر عمل کرے جو چاہے پیغمبر کی سنت پر عمل کرے۔ لیکن افسوس ابن عمر کی اس وضاحت کے باوجود عمر بن خطاب کے فرامین پر مشتمل نیز معاویہ اور دیگر اموی و عباسی حکمرانوں کا مستحکم کردہ نظریہ غالب آ گیا، اور حقیقی اسلام پس منظر میں چلا گیا۔

نماز جنازہ ہاتھ کھول کر پڑھنے اور رفع یدین کا بیان

چونکہ نماز پنجگانہ کے علاوہ نماز جنازہ میں بھی تکبیرات کے وقت رفع یدین کے بارے میں عام مسلمانوں میں غیر معمولی اختلاف پایا جاتا ہے، اس اختلاف کا سبب بھی اصل قیادت سے انحراف اور نااہل لوگوں کو پیشوا ماننا ہے، اسی بناء پر روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ باہمی عداوت و نفرت کی وجہ سے مسلک میں افتراق پیدا ہوا ہو اور غلط مسلک کے حق میں بھی غلط و صحیح سندوں کے ساتھ احادیث وضع کر لی گئی ہوں۔

تاہم یہ امر ایک مخصوص گروہ سے تعلق رکھنے والے افراد پر آشکار کر دینا مناسب ہے کہ جنہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ بس وہی حق پر ہیں اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے غلط ہے، ہم ان پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ صرف آپ کا وہم و گمان ہی ہے، اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں سنن ترمذی کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔ **عن ابی هریرہ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كبر على جنازه فرفع يديه فى اول تكبيرة و وضع اليمنى على اليسرى، قال ابو عيسى هذا حديث غريب لانعرفه الامن هذا الوجه**

واختلف اهل العلم فی هذا فرای اکثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و غیرهم ان یرفع الرجل یدیه فی کل تکبیرة علی الجنازة و هو قول ابن المبارک و الشافعی واحمدو اسحاق و قال بعض اهل العلم لا یرفع یدیه الا فی اول مرة و هو قول الثوری و اهل الکوفة و ذکر عن ابن المبارک انه قال فی الصلواة علی الجنازة لا یقبض بیمینه علی شماله الخ ''ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر تکبیر کہی، چنانچہ آپ ؐ نے پہلی تکبیر کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ لیا، ابوعیسیٰ (امام ترمذی) نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے علاوہ دیگر اہل علم میں سے اکثر کی رائے یہ ہے کہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا جائے، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرے۔ ثوری اور اہل کوفہ کا یہی خیال ہے۔ عبداللہ بن مبارک سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے کہا۔ نماز جنازہ میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو نہ پکڑے (ہاتھ نہ باندھے)''

(سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۴۷، ۱۴۸ طبع دیوبند)

مندرجہ بالا اس مروی حدیث کی حیثیت خود ترمذی نے واضح کر دی ہے کہ یہ غریب ہے، فقط اسی سند سے مروی ہے، لہذا غریب ہے، اسی لئے اصحاب رسول ؐ اور دیگر اہل علم کی اکثریت ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کی قائل ہے، جبکہ بعض اہل علم، جن میں کسی صحابی کا ذکر نہیں ہے۔ صرف پہلی تکبیر پر رفع یدین کے قائل ہیں۔

ترمذی نے ہی چار تکبیر اور پانچ تکبیر کے باب میں یہ بتایا ہے کہ اکثر اہل علم چار تکبیر کے قائل ہیں۔ جبکہ بعض پانچ تکبیر کے قائل ہیں۔ اگر اکثریت کی بات درست ہو تو اب حنفی مسلک سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو رفع یدین ہر تکبیر کے ساتھ کرنا چاہئے اور اپنے مسلک کو غلط مان کر ترک کر دینا چاہئے۔

جہاں تک نماز جنازہ میں ہاتھ باندھنے کا تعلق ہے، تو ترمذی نے خود ہی اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے، ساتھ ہی عبداللہ بن مبارک جیسے عابد وزاہد فقیہ کا قول بیان کر دیا ہے کہ نماز جنازہ میں ہاتھ نہ باندھے جائیں۔

پانچ تکبیر نماز جنازہ، ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین اور نماز جنازہ میں ہاتھ کھلے رکھنا ان معتبر کتب اور روایات واقوال سے ثابت ہو گیا ہے اس لئے ان دوستوں سے گذارش ہے کہ یہ خیال خام دل سے نکال دیں کہ صرف ہمارا ہی مذہب عین حق ہے اور اس کے علاوہ سب مسلک غلط ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اگر جستجوئے حق کی خاطر جدوجہد شروع کریں تو نتیجے میں وہی مسلک عین حق ظاہر ہوگا جسے مصنوعی قرار دے رہے ہیں۔

ابھی رفع یدین کے سلسلے میں کچھ وضاحت باقی ہے، لیکن پہلے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے سے متعلق نہایت اختصار کے ساتھ چند جملے عرض کئے جاتے ہیں تاکہ یہ نہ سمجھا جائے کہ صرف ابن مبارک ہی ہاتھ کھول کر نماز جنازہ پڑھنے کے قائل ہیں اور دوسرا کوئی ان کا حامی نہیں ہے، چنانچہ امام مالک سے ان کے مقلدین میں سے ماہر فقہاء نقل کرتے ہیں۔ **اختلف العلماء فی وضع الیدین احدھما علی الاخریٰ فی الصلواۃ فکرہ ذالک مالک فی الفرض و اجازہ فی النفل،** ''علماء نے نماز میں ہاتھ باندھنے میں اختلاف کیا ہے۔ امام مالک نے فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ کہا ہے اور نفل میں ہاتھ باندھنے کی اجازت دی ہے''۔ (ہدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد از ابن رشد قرطبی ج ا ص ۱۳۲ طبع مصر)

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں مشہور فقیہ لیث بن سعد اور امام مالک کا یہی مذہب لکھا ہے۔ (صحیح مسلم مع نووی ج ا ص ۱۷۳) امام بخاری اور امام مسلم کے قابل اعتماد استاد حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ) نے اپنے ضخیم مجموعہ روایات و آثار میں اس سلسلے کی روایات ایک باب میں جمع کی ہیں، چنانچہ ارباب علم کی دلچسپی اور یقین میں پختگی کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔ ''**من کان یرسل یدیه فی الصلواۃ**'' جو لوگ نماز میں (باندھنے کی بجائے) ہاتھ کھولتے تھے''

(الف) .....عن یونس عن الحسن و مغیرہ عن ابراهیم انهما کانا یرسلان ایدیهما فی الصلوٰۃ ۔ یونس سے مروی ہے کہ حسن بصریؒ اور مغیرہ سے روایت ہے کہ ابراہیم نخعیؒ دونوں نماز میں ہاتھ کھول کر (لٹکائے) رکھتے تھے''۔

(ب) ''عمرو بن دینار قال کان ابن الزبیر اذا صلی یرسل یدیه ''عمرو بن دینار نے کہا کہ عبداللہؓ بن زبیر جب نماز پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھ کھلے رکھتے تھے (لٹکائے رکھتے تھے)''

(ج) ''عن ابن سیرین انه سئل عن الرجل یمسک یمینه بشماله قال انما فعل ذالک من اجل الدم، ''ابن سیرین سے مروی ہے کہ جب ان سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ رکھتا ہے تو انہوں نے کہا۔ اس نے یہ کام خون (بہنے) کی وجہ سے کیا تھا''۔

ممکن ہے کہ اس شخص کے ہاتھوں کی انگلیوں یا کسی دوسرے حصے سے ہاتھ کھول کر کھڑے ہوتے ہوئے خون نکل پڑتا ہو یا کوئی زخم ہو، جس سے خون رستا ہو، تب اس نے معذوری سے ہاتھوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دبا کر رکھا ہوگا تا کہ خون جاری نہ ہو۔

(د) ''عن عبداللہ بن یزید قال ما رایت ابن المسیب قابضاً یمینه فی الصلوٰۃ کان یرسلها ، ''عبداللہ بن یزید سے منقول ہے کہ اس نے کہا۔ میں نے سعید بن مسیب کو نماز میں ہاتھ باندھے ہوئے کبھی نہیں دیکھا، وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے''۔

''عن عبداللہ بن العیزار قال کنت اطوف مع سعید بن جبیر فرایٰ رجلاً یصلی واضعاً احدیٰ یدیه علی الاخریٰ هذه علی هذه و هذه علی هذه فذهب ففرق بینهما ثم جاء ، ''عبداللہ بن عیزار نے کہا کہ میں سعید بن جبیرؒ کے ساتھ طواف کر رہا تھا کہ انہوں نے ایک شخص کو ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ یعنی یہ اس پر اور یہ اس پر، رکھ (باندھ) کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، چنانچہ سعید بن جبیر اس شخص کے پاس گئے اور اس کے ہاتھوں کو کھول دیا، پھر واپس آ گئے''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد اص ۳۹۱، ۳۹۲ طبع دار القرآن کراچی)

عالی قدر قارئین!

غور فرمائیں کہ حضرت سعید بن جبیرؒ کے نزدیک ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا اتنا برا اور غیر اسلامی عمل تھا کہ طواف کعبہ کو چھوڑ کر گئے اور ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والے کے ہاتھ کھلوا دیئے، تا کہ یہ برائی ختم ہو اور اس شخص کی نماز سنت کے مطابق یعنی الٰہی ہدایت وتعلیم کے مطابق ہو۔ اس طرح سعید بن جبیرؒ جیسے عظیم مجاہد تابعی نے اللہ اور رسولؐ کی رضا وخوشنودی کے لئے امر بالمعروف ونہی عن المنکر جیسا اہم فریضہ ادا کیا۔ سعید بن جبیرؒ کے عمل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زمانے میں ابھی مسلمانوں میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا رواج عام تھا۔

توجہ فرمایئے، حسن بصریؒ، ابراہیم نخعیؒ، عبداللہ بن زبیرؓ، محمد بن سیرینؒ، سعید بن میتب اور سعید بن جبیرؒ کوئی معمولی شخصیات نہیں ہیں۔ یہ اشخاص آسمان اسلام، فقہ اسلام اور تاریخ اسلام کے روشن اور درخشاں ستارے ہیں۔ ان کی عظمت وجلالت اہل اسلام کے نزدیک مسلمہ ہے۔ عبداللہ بن زبیرؓ حضرت ابوبکرؓ کے حقیقی نواسے ہیں، جبکہ دیگر تمام شخصیات بھی تابعین کے اعلیٰ طبقہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

بدرالدین عینی حنفی نے عمدۃ القاری میں بحوالہ ابن المنذر لکھا ہے کہ ابن زبیرؓ، حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کے قائل تھے اور امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔ امام اوزاعی کا قول ہے کہ ھو مخیر بین الوضع والارسال کہ ہاتھ باندھنے اور کھول کر پڑھنے کا اختیار ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۳ ص ۱۴، ۱۵) کذا فی اوجز المسالک الی مؤطا مالک جلد۲ ص ۱۱۵، ۱۱۶، از محمد زکریا کاندھلوی)۔

تسہیل القاری شرح بخاری کے فاضل مصنف نے ہاتھ باندھنے کے عدم وجوب کی بحث میں لکھا ہے کہ اگر ہاتھ باندھنے واجب ہوتے تو اہل بیت اس عمل کو کیوں ترک کرتے۔ پس یہ ترک کرنا دلیل ہے اس کے سنت ہونے کی کہ پیغمبر صلعم ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔ پھر امام محمد باقرؑ اور امام مالکؒ، ابراہیم نخعیؒ اور عبداللہ بن زبیرؓ وحسن بصریؒ کا مذہب ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا

نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو تسہیل القاری شرح بخاری پارہ ۳ صفحہ ۸۴۰، ۸۴۷ مطبوعہ صدیقی لاہور۔

ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا کس کی سنت ہے؟

محدث ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں عن الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانی انظر الی احبار بنی اسرائیل واضعی ایمانھم علیٰ شمائلھم فی الصلوٰۃ، حسن نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گویا کہ میں بنو اسرائیل کے علماء کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ نماز میں اپنے داہنے ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے ہیں'' (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا ص ۳۹۰ طبع کراچی)

محدث ابن ابی شیبہ کی ایک اور روایت اس کی مزید وضاحت و تائید کرتی ہے۔ عن لیث عن مجاھد انه کان یکرہ ان یضع الیمنیٰ علی الشمال یقول علی کفه او علی الرسغ و یقول فوق ذالک و یقول اھل الکتاب یفعلونه ''لیث نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ وہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر باندھنے کو مکروہ سمجھتے تھے، خواہ ہتھیلی پر ہو یا کلائی پر یا اس سے اوپر (ہاتھ باندھے، جدھر بھی باندھے مکروہ ہے) کہتے تھے کہ یہ کام (ہاتھ باندھنا) اہل کتاب (یہود) کرتے ہیں''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا ص ۳۹۱ باب وضع الیمین علی الشمال)

شیعیان حیدر کرار کو عبداللہ بن سبا سے منسوب کرنے والے ایک طبقہ کو غور کر لینا چاہئے کہ وہ خود سیاسی امور سے لے کر تمام عبادات میں یہود و نصاریٰ کے محرف شدہ شرائع کی پیروی کر رہے ہیں، جو ان کے بادشاہوں نے خاندان رسالتؐ سے دشمنی اور یہود و نصاریٰ سے اتحاد و دوستی کے سبب ان سے مستعار لے کر رعایا میں رائج کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، اور آج تک ملوکیت کے پرستار یہود و نصاریٰ کے احکامات کی پیروی کر رہے ہیں۔ سنن ترمذی کی روایت کہ رفع یدین صرف پہلی تکبیر کے ساتھ ہے، اس کی حیثیت کو خود ترمذی نے بھی غریب کہہ کر کمزور کیا ہے، نیز یہ بھی بتایا ہے کہ جمہور فقہا اور اکثر صحابہ کرامؓ تمام تکبیروں کے ساتھ رفع یدین کے قائل تھے۔

ترمذی کی اس حدیث پر علامہ جمال الدین عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی (متوفی

۷٦۲ھ) نے جو تبصرہ نقل کیا ہے وہ بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے، لہذا اس کی خاص خاص عبارات والفاظ درج کئے جاتے ہیں۔"..... و اعلہ ابن القطان فی کتابہ بابی فروۃ و نقل تضعیفہ عن احمد والنسائی و ابن معین والعقیلی، قال ففیہ علۃ اخریٰ و ھوان یحیٰی بن یعلی الراوی عن ابی فروہ و ھوا بی زکریا القطوانی الاسلمی ھکذا صرح بہ عندالدارقطنی و ھو ضعیف و لھم آخر فی طبقتہ یکنی ابا المحیا ذاک ثقۃ و لیس ھو ھذا انتھیٰ. قلت قال ابن حبان فی ابی فروۃ کثیر الخطاء لا یعجبنی الا حتجاج بہ اذا وافق الثقات فکیف اذا نفرد ثم نقل عن ابن معین انہ قال . لیس بشیء حدیث آخر اخرجہ الدار قطنی فی سننہ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ علی الجنازۃ فی اول تکبیرۃ ثم لایعود انتھیٰ و سکت عنہ لکن اعلہ العقیلی فی کتابہ بالفضل ابن السکن و قال انہ مجھول، انتھی الخ

ترجمہ: اس حدیث کو ابن قطان نے اپنی کتاب میں ابوفروہ کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے اس کی تضعیف امام احمد، نسائی، ابن معین اور عقیلی سے نقل کی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کیا کہ اس میں ایک اور علت بھی ہے۔ وہ یہ کہ ابوفروہ سے راوی یحیٰی بن یعلی ہے۔ یہی ابوزکریا قطوانی اسلمی ہے، دارقطنی کے نزدیک اس کی یہی تصریح ہے اور یہ ضعیف ہے۔ ایک اور راوی بھی اسی طبقہ میں ہے جس کی کنیت ابوالمحیا ہے۔ یہ ثقہ ہے لیکن یہ اس روایت میں مذکور نہیں ہے۔ ابن قطان کی بات ختم ہوئی۔ میں (زیلعی) کہتا ہوں کہ ابن حبان نے ابوفروہ کے بارے میں کہا کہ یہ بہت خطا کرتا ہے۔ جب یہ ثقات سے موافق ہو تب بھی اس سے روایت لینا مجھے پسند نہیں ہے، جب منفرد ہو تو اس صورت میں کیونکر اس کی روایت قبول کی جا سکتی ہے۔ پھر ابن معین سے نقل کیا کہ اس نے کہا۔ یہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

دوسری روایت ہے جسے دارقطنی نے اپنی سنن میں درج کیا ہے.... ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر پر رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔ انتھیٰ،

اس حدیث سے متعلق دار قطنی نے خاموشی اختیار کی، لیکن عقیلی نے اپنی کتاب میں اس حدیث کو فضل بن سکن کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ مجھول ہے'' (نصب الرایہ جد۲ ص ۲۸۵ طبع ڈابھیل، الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایہ لابن حجر عسقلانی ص ۱۴۵ طبع دہلی)

نماز جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ جنازہ کی ہر تکبیر پر رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری مع الفتح الباری ج ۳ ص ۱۸۹) اور امام شافعی کا یہی نظریہ ہے جیسا کہ خود فرماتے ہیں و یرفع المصلی یدیہ کلما کبر علی ، الجنازۃ فی کل تکبیرۃ لاثر والقیاس علی السنۃ فی الصلوۃ و ان رسول اللہ رفع یدیہ فی کل تکبیرۃ کبرھا فی الصلوۃ وھو قائم.....

(کتاب الام للشافعی ج ا ص ۲۴۰ طبع مصر، کذا فی تاریخ کبیر امام بخاری ج ۴ ص ۱۰۴، طبع دکن، مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۴۹۰ طبع ریاض، السراج الوھاج جلد اص ۲۹۹ طبع بھوپال)

امام اوزاعی جنازے کی تمام تکبیرات کے ساتھ رفع یدین کے قائل ہیں و مذھب الاوزاعی ان رفع الیدین مشروع عند کل تکبیرۃ،''اوزاعی کا یہ مذہب ہے کہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر کے وقت رفع یدین مشروع ہے'' (فقہ الامام الاوزاعی جلد اص ۳۱۱ طبع بغداد)

امام سرخسی الحنفی (متوفی ۴۳۸ھ) لکھتے ہیں۔ و کثیر من ائمۃ بلخ اختار وارفع الیدین عند کل تکبیرۃ فیھا الخ ''بہت سے ائمہ بلخ نے ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کو اختیار کیا ہے '' (المبسوط للامام السرخسی جلد ۲ ص ۶۴ طبع مصر)

نماز جنازہ میں ''سلام'' کہنا ثابت نہیں ہے

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (متوفی ۱۴۰۲ھ) موطا امام مالک کی شرح میں لکھتے ہیں۔

قال ابن التین سال اشھب مالکاً اتکرہ السلام فی صلواۃ الجنائز قال لا

وقد کان ابن عمر یسلم قال فاستناد مالک الی فعل ابن عمر دلیل علی انه صلی اللہ علیه وسلم لم یسلم فی صلوته علی النجاشی ولا علی غیره الخ

''ابن التین نے کہا ہے کہ اشہب نے مالک سے پوچھا کیا آپ نماز جنازہ میں سلام کو مکروہ سمجھتے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں، ابن عمر سلام کہا کرتے تھے ابن التین نے کہا مالک کا ابن عمر کے فعل کی طرف نسبت دینا اس بات کی دلیل ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی یا کسی دوسرے پر نماز جنازہ پڑھتے ہوئے سلام نہیں پڑھا'' (اوجز المسالک شرح موطا امام مالک ج ۲ ص ۴۶۵ طبع سہارنپور)

بغیر وضو نماز جنازہ کا جواز

شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی تحریر کرتے ہیں۔... نقل ابن عبدالبر الاتفاق علی اشتراط الطھارۃ فیھا الا عن الشعبی لانه دعاء و استغفار فیجوز بلا طھارۃ ووافقه ابراھیم بن علیه... و نقل غیرہ ان ابن جریر وافقھا، ''ابن عبدالبر نے نماز جنازہ کے لئے طہارت پر اتفاق نقل کیا ہے لیکن شعبی اس سے متفق نہیں ہیں ان کا قول ہے کہ یہ دعا اور استغفار ہے اس لئے بغیر طہارت کے جائز ہے اس بات پر ابراہیم بن علیہ نے بھی شعبی سے اتفاق کیا ہے۔ ابن عبدالبر کے علاوہ بعض لوگوں نے نقل کیا ہے کہ ابن جریر نے بھی شعبی کی موافقت کی ہے... شعبی وغیرہ کا استدلال یہ ہے کہ درحقیقت اس پر نماز کا اطلاق نہیں ہوسکتا اس لئے کہ یہ دعا ہے اس میں رکوع اور سجود نہیں ہیں ۔(اوجز المسالک الی موطا امام مالک ج ۲ ص ۴۶۵، ۴۶۶)

اہل سنت کے فقہا نے اس مسئلہ میں بھی ائمہ اہل بیت کے مسلک کی تائید کر دی ہے۔ اس میں وہی نظریہ اختیار کیا ہے کہ جو ائمہ اہل بیتؑ کا ہے اسی طرح اگر ائمہ اہل بیت سے تمسک کرتے ہوئے تمام احکام میں ان کی اطاعت کرتے تو ہر مسئلہ میں ان کی رائے اور مسلک کا ذکر کرتے ہوئے اسے اختیار کرتے۔ اس بات پر بعض انصاف پسند علماء نے بڑے دکھ کا اظہار کیا ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے ممتاز شاگرد ملا محمد معین حنفی سندھی (متوفی ۱۱۶۱ھ) نے

اس امر پر انتہائی افسوس کرتے ہوئے اہل بیتؑ سے امت کی بے التفاتی و انحراف کا رونا رویا ہے چنانچہ وہ اپنی بیش بہا تصنیف ''دراسات اللبیب فی اسوۃ الحسنہ بالحبیب'' جو تھوڑا عرصہ پہلے ہی شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید نعمانیؒ کی تحقیق و حواشی کے ساتھ دوسری مرتبہ کراچی سے شائع ہوئی ہے کے صفحہ ۴۳۸ اور طبع قدیم لاہور صفحہ ۳۴۷ پر ارقام فرماتے ہیں۔

فالفجیعة کل الفجیعة علی الامة ان خلت کتب المذاهب الاربعة عن مذهب الائمة اهل البیت رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین ثم اذا وجدفیها شی من ذالک یعارض بمثل هذا. ''افسوس بالائے افسوس تو امت محمدیہ پر یہ ہے کہ مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) کی کتب اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے مذہب سے یکسر خالی ہیں اور اگر کوئی چیز کہیں ان کی کتابوں میں اتفاقاً مل بھی جائے تو اسی کی مثل (ایک غیر معصوم کی) روایت کو پیش کر کے تعارض قائم کرتے ہوئے پایہ اعتبار سے ساقط کر دیتے ہیں''۔

پیغمبر اکرمؐ نے تو اپنی وصیت میں فرمایا تھا کہ **ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی ابدا**، جب تک ان دونوں یعنی قرآن اور میری اہل بیتؑ کی اطاعت کرو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے، لیکن اسلام کے مروج سیاسی نظام اور دیگر فقہی مسائل میں کہیں بھی اہل بیتؑ کا ذکر نہیں کیا جاتا جبکہ ان کے پاس سب کے سب ہمعصر بلکہ آئندہ آنے والے سب لوگوں سے زیادہ اعلم تھے۔ آخر اس طبقہ کے علمی ادبی ذخیرے میں ان کے فرمودات و ارشادات کا ذکر کیوں نہیں ہے؟ جبکہ دیگر لوگوں کو امام اور فقیہ سمجھ کر ان کی آراء کو مدون کر لیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے انہیں قابل التفات نہیں سمجھا اس لئے ان کے ارشادات کو ترک کر دیا۔ شیعہ علماء نے ائمہ اہل بیت علیہم اسلام کے علوم کو منضبط و محفوظ کیا لیکن ایک مخصوص انتہا پسند طبقہ نے یہ کہہ کر مسترد کر دیا ہم نہیں مانتے کہ یہ تو سبائی مذہب ہے۔

اس مختصر سی کتاب میں ایک معمولی کوشش کی گئی ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ مذہب اہل بیتؑ ہی اصل دین اسلام ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرہ کے عین مطابق ہے، اس کے برعکس وہ مسلک جسے اکثر لوگوں نے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید میں اختیار کر

رکھا ہے، وہ ان حکمرانوں کا خود ساختہ ہے، جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی و تکمیل کی اور قرآن وسنت کے واضح احکام وضوابط کو چھوڑ کر ایک الگ شریعت کی بنیاد رکھی۔ مذکورہ بالا حوالہ جات کو ہی غور سے پڑھ کر حق کے متلاشی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ جس نظریہ کو بعض لوگوں نے اختیار کیا کہ نماز جنازہ کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین ہے باقی میں نہیں ہے، اس کی مؤید ایک بھی حدیث صحیح السند ثابت نہیں ہوسکی۔ خود زیلعی حنفی اپنے مسلک کی تائید میں احادیث تلاش کرتے رہے ہیں لیکن کوئی ایک بھی صحیح حدیث حاصل کرنے میں کامیاب نہ وہ سکے۔ تاہم دیانتداری سے ان کی ناپائیداری کا اظہار کر دیا، ہاتھ کھولنے باندھنے کا مسئلہ بھی کافی حل ہو گیا ہے۔ فی الجملہ حق کے طالب کے لئے کافی حد تک مواد فراہم کر دیا گیا ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم، والحمد للہ رب العالمین

و صل اللّٰہ تعالیٰ علی محمد و آلہ الطاھرین و صحبہ المنتجبین

مصادر و ماخذ

کتاب	مصنف	طبع
	(الف)	
الاخبار الطوال	ابو حنیفہ احمد بن داؤد الدینوری	مکتبۃ العربیہ بغداد
ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء	شاہ ولی اللہ الدہلوی	سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۷۶ء
الاصابہ فی تمییز الصحابہ	احمد بن حجر عسقلانی	مطبعۃ السعادہ مصر ۱۹۰۵ء
الاستیعاب فی آسماء الاصحاب۔	ابو عمر یوسف بن عبد البر اندلسی	مطبعۃ السعادہ مصر ۱۳۲۸ھ
انوار المحمود شرح سنن ابی داؤد	محمود الحسن دیوبندی۔	جمال پرنٹنگ پریس دہلی ۱۳۵۶ھ
اوجز المسالک شرح موطا امام مالک۔	محمد زکریا کاندھلوی	مکتبہ الیحیویہ مظاہر العلوم سہارنپور ۱۳۴۸ھ
	(ب)	
بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد	ابوالولید ابن رشد قرطبی	مطبعۃ الاستقامہ قاہرہ ۱۳۷۹
بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد۔	خلیل احمد سہارنپوری	مظاہر العلوم سہارنپور ۱۳۵۴ھ
	(ت)	
التاریخ الکبیر	محمد بن اسماعیل بخاری	دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۹۶۲ء
تاریخ ابن خلدون	عبدالرحمٰن ابن خلدون	موسسۃ جمال للطباعۃ والنشر بیروت ۱۹۷۹ء
تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی	عبدالرحمٰن مبارکپوری	جید برقی پریس دہلی ۱۳۴۹ھ
تلخیص الحبیر	احمد بن علی بن حجر عسقلانی	طبع الانصاری واقع دہلی ۱۳۰۷ھ
تسہیل القاری شرح بخاری۔	وحید الزمان حیدرآبادی۔	مطبع صدیقی واقع لاہور ۱۳۰۹ھ
	(ح)	
حضرت عمر کے سرکاری خطوط	خورشید احمد فارق	ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور طبع اول ۱۹۷۸ء

(خ)

خلفاء راشدین	معین الدین احمد ندوی	مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۴۰۴ھ
الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ۔	محمد عبد القادر قرشی	دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۱۳۳۲ھ

(د)

دراسات اللبیب	ملا محمد معین بن محمد امین سندھی	مطبع بیت دار السلطنت سہابندھر لاہور ۱۸۶۸ء
الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ۔	احمد ابن حجر عسقلانی۔	مطبع فاروقی واقع دہلی ۱۲۹۹ھ

(س)

سبل السلام	محمد بن اسماعیل الکحلانی	دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۶۰ء
السراج الوہاج	نواب صدیق حسن خان	مطبع صدیقی بھوپال ۱۳۰۱ھ
سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید ابن ماجہ	مطبع فاروقی واقع دہلی ۱۹۱۳ء
سنن ابی داود	سلیمان بن اشعث	مظاہر العلوم سہارنپور ۱۳۵۴ھ
سنن ترمذی	محمد بن عیسی ترمذی	مکتبہ رحیمیہ دیوبند سہارنپور ۱۹۵۲ء
سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی	المطبعہ الحدیثہ دمشق ۱۳۴۹ھ
سنن دارقطنی	حافظ علی بن عمر الدارقطنی	دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور
السنن الکبری	ابوبکر احمد بن حسین بیہقی	دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۳۵۰ھ
سیر اعلام النبلاء	شمس الدین ذہبی	موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۰۲ھ
سیرت حلبیہ	علی بن برہان الدین حلبی	مطبعۃ مصطفی البابی مصر ۱۹۶۴ء

(ش)

شرح الزرقانی علی مواہب اللدنیہ	محمد بن عبدالباقی	مطبعۃ الازہریہ المصریہ قاہرہ ۱۳۲۵ھ
شرح عنایہ علی الہدایہ	محمد بن محمود البابرتی	مطبعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر ۱۸۹۷ء
شرح فتح القدیر	ابن ہمام محمد بن عبدالواحد الحنفی۔	مطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر ۱۳۱۵ھ
شرح معانی الآثار	ابوجعفر بن محمد الطحاوی الحنفی	مکتبہ رحیمیہ دیوبند ضلع سہارنپور

(ص)

صحیح بخاری	محمد بن اسماعیل بخاری	المطبعۃ العثمانیہ المصریہ قاہرہ ۱۹۳۲ء
صحیح مسلم	مسلم بن حجاج القشیری	مطبع المنشی نول کشور لکھنو ۱۳۴۳ھ

(ط)

طبقات الکبریٰ	محمد بن سعد	مطبعہ بریل واقعہ لیدن ۱۹۱۵ء

(ع)

عمدۃ القاری شرح بخاری	بدر الدین محمود بن احمد عینی	مطبعہ دار الطباعۃ العامرہ استنبول ۱۳۱۸ھ

(ف)

الفاروق	محمد شبلی نعمانی	مطبع قدیمی واقع جامع مسجد دہلی (سال اشاعت ندارد)
فتح الباری شرح بخاری	احمد ابن حجر عسقلانی	مطبع الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر ۱۳۰۵ھ
فتح الملہم شرح مسلم	شبیر احمد عثمانی	مطبعہ شہیرہ مدینہ پریس بجنور ۱۳۵۲ھ
فروع کافی	محمد بن یعقوب کلینی	مطبع العالی منشی نول کشور لکھنو ۱۳۰۲ھ
فقہ الامام الاوزاعی	عبدالرحمٰن بن عمرو دمشقی	وزارۃ الاوقاف الجمہوریۃ العراقیہ بغداد ۱۴۰۱ھ

(ک)

کتاب الآثار	محمد بن حسن شیبانی	مطبع انوار محمدی لکھنو (سال اشاعت ندارد)
کتاب الأم	محمد بن ادریس شافعی	المطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر ۱۳۲۱ھ

کنز العمال	علی متقی الہندی	دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۴۲۳ھ

(م)

مدارج النبوۃ	شاہ عبدالحق دہلوی	مطبع فیض نول کشور لکھنوی ۱۸۷ء
المبسوط	محمد بن احمد السرخسی	مطبعۃ السعادہ مصر ۱۳۲۴ھ
مسند الامام احمد	احمد بن حنبل	المطبعۃ المیمنیہ مصر ۱۳۱۳ھ
مسند ابی یعلی الموصلی	احمد بن علی الموصلی	دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیہ جدہ الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۸۸ء
المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد طبرانی	مطبوعات وزارۃ الاوقاف بغداد ۱۹۷۸ء
معرفۃ السنن والاثار	ابوبکر احمد بن حسین بیہقی	دار قتیبہ للطباعۃ والنشر دمشق ۱۴۱۱ھ
المغنی ابن قدامہ	ابو محمد بن قدامہ المقدسی	مکتبۃ الریاض الحدیثیہ الریاض بالسعودیہ ۱۹۸۰ء
مصنف ابن ابی شیبہ	ابوبکر ابن ابی شیبہ	ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۹۸۷ء
مصنف عبدالرزاق	ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی	ادارہ مجلس علمی کراچی ۱۴۰۳ھ
منتقی الاخبار	احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ	مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۹۶۱ء
میزان الاعتدال	شمس الدین ذہبی	مطبعۃ السعادہ بجوار الازہر مصر ۱۳۲۵ھ

(ن)

نصب الرایہ	جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی	بسلسلۃ مطبوعات المجلس العلمی ڈابھیل سورت ۱۹۳۸ھ
نیل الاوطار	قاضی محمد بن علی شوکانی	مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۸۰ھ

☆☆☆☆☆